أَحْسَنُ التَّسْنِيْم فِيْ مَا أَحْدَثَ مِنَ الصَّلٰوة وَالتَّسْلِيْم

بدعتیوں کے
درود وسلام
کی شرعی حیثیت



تصنیف

محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مؤسس ورئیس الجامعة العربیة احسن العلوم
وخادم الحدیث والافتاء، بہا الخطیب بالمسجد الجامع الاحسن
منطقہ گلشن اقبال رقم ۲، کراتشی باکستان۔

شائع کردہ: شعبہ نشرواشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۲
ٹیلیفون نمبر: ۴۶۸۳۱۰

أَحْسَنُ التَّسْنِيْم فِیْ مَا اَحْدَثَ مِنَ الصَّلٰوة وَالتَّسْلِيْمْ.

بدعتیوں کے

درود و سلام کی شرعی حیثیت

تصنیف

محمد زر ولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

موسس و رئیس الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم

وخادم الحدیث والافتاء بہا والخطیب بالمسجد الجامع الاحسن

منطقہ غلشن اقبال رقم ۲۔ کراتشی باکستان

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۶

ٹیلیفون نمبر ۴۶۸۲۱۰

طبع اول .... دسمبر ۱۹۹۷ء
طبع دوم .... جولائی ۲۰۰۰ء
مؤلف .... مولانا محمد زرولی خان مدظلہ العالی

وأحسن كما أحسن الله إليك (الآية)

شائع کردہ: شعبہ نشر واشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۶

Tel : 468210, 4968356
Fax: 4978102
Email: ahsan@fascom.com
www.ahsan-ul-uloom.com

درود وسلام کی شرعی حیثیت

فہرست مضامین

☆☆☆☆..............☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العٰلمين وصلي الله تعالٰي وسلم علي رسوله الكريم ونبيه الامين وعلي آله واصحابه اجمعين وافضل الخلائق بعد النبيين ومن تبعهم واقتدٰي أثرهم من المفسرين وفقهاء الدين — (آمين يا رب العلمين!)

امت محمدیہ ﷺ کا اس پر اتفاق ہے کہ فخر دوعالم جناب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ نبوت میں درود شریف بھیجنا بہت بڑی عبادت ہے اور حقیقت یہی ہے کہ یہ مومن کیلئے اپنے نبی شافع محشر ﷺ کے ساتھ رشتہ جوڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔احادیث مبارکہ میں آپ نے خود جو تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو احادیث کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہیں۔وہ درود شریف اور صلوٰۃ وسلام کے فضائل سمجھنے کے لئے کافی شافی ذخیرہ ہیں۔امت کے بہت سارے بزرگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔جن میں سے شیخ شمس الدین سخاوی ؒ کی ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' اور حافظ ابن قیم کی ''جلاء الافہام فی الصلوۃ والسلام علی خیر الانام'' زیادہ معروف ہیں۔

الغرض درود شریف اور صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ ایسا ہے جس میں کوئی خفا یا اندھیرا کہیں نہیں دیکھا گیا۔لیکن حضور اکرم ﷺ کے اپنے بیان کے مطابق جو آپ کی نبوت ورسالت کے بڑے معجزات میں سے ہیں کہ۔

> میرے بعد بڑے اختلافات دیکھنے میں آئیں گے اور ایسے وقت میں علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین یعنی میری سنت اور میرے صحابہ ؓ جن میں سے خلفاء راشدین زیادہ ہی معروف حضرات ہیں' کے طریقے کو مضبوطی سے تھامنا۔

اسی طرح درود شریف اور صلوٰۃ وسلام کے عظیم مسئلے کو بھی داغدار کر دیا گیا اور اس مسئلے کو آج امت کے اتفاق اور اتحاد کے شیرازے کو بکھیرنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے لہٰذا ہم خالصتاً لوجہ اللہ الکریم صحیح نقول دین کی روشنی میں اس مسئلے کی تفسیر حدیثی اور فقہی

وتاریخی حیثیت عرض کرتے ہیں تاکہ درودوسلام کی آڑ میں بدعات کی دلدل سے حفاظت نصیب ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ مالک ہدایت وارشاد ہیں اسکی مہربانی وکرم سے امید ہے کہ وہ کسی کو راہ راست پر لانے کی توفیق مرحمت فرمائیں گے وباللہ التوفیق۔

آج کل ایک فرقہ کے لوگ کہیں اذان سے پہلے اور کہیں اذان کے بعد اور کہیں کہیں نماز فجر ونماز جمعہ کے بعد اور بعض جگہ محفل میلاد کے اختتام پر بھی الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ الخ ۔کے الفاظ پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ اس کو درود شریف سمجھتے ہیں اور کھڑے ہوکر پڑھنا ادب تصور کرتے ہیں اور اس پر ثواب کی امید رکھتے ہیں بلکہ اس کے پڑھنے کو اہل سنت والجماعت کی علامت وشعار گردانتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ دین کے تمام امور میں نبی کریم ﷺ کی سنت عالیہ کو اور جماعت صحابہ ﷺ کو مقتداء اور اپنے لئے معیار عقیدہ وعمل سمجھتے ہیں۔

آئمہ تاریخ وحدیث وفقہ سب لکھ چکے ہیں کہ یہ صلوٰۃ وسلام جو اذان کے بعد یا اذان سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔ ۷۰۰ ھ کے بعد کی ایجاد ہے۔ بعضوں نے ۷۹۱ ھ اور بعضوں نے ۷۸۱ ھ لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۲۶۱) (القول البدیع ص ۱۹۲) (علامہ جلال الدین سیوطی ؒ کی تاریخ الخلفاء ص ۵۰۴)

علامہ سیوطی ؒ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وفي هذه السنة في شعبان احدث الموذنون عقب الاذان الصلوٰة والتسليم علي النبي صلي الله عليه وسلم وهذا اوّل ما احدث وكان الآمر به المحتسب نجم الدين الطنبذي.

یعنی ۷۹۱ ھ میں موذنوں نے اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام ایجاد کر دیا اور یہ پہلی بار ایجاد ہوا اور اس کا حکم دینے والا محتسب نجم الدین طنبذی تھے۔

یہ درحقیقت ایک حاکم وقت کے بیٹے کا قتل ہونے کے بعد اس کے بیٹے پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا تھا۔ تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حاکم رافضی تھا ملاحظہ ہو الابداع۔ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب ؒ جب بر سراقتدار آئے تو انہوں نے اس بدعت کو بند

کرنے کے لئے لوگوں سے کہا کہ اس کے بجائے نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے یوں پہلی بدعت جو بہت ہی زیادہ فساد دین کا باعث تھی ختم ہوگئی۔ یہ اس سلطان وقت نے ایک علاج اور دفع فتنہ کا طریقہ سمجھا اس سے زیادہ اس صلوٰۃ وسلام کی کوئی تاریخ یا دینی حیثیت نہیں اس لئے جن کتابوں میں اس کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ”احدث“ یعنی گھڑ لیا گیا۔ یہ اس بات کی پہلی علامت ہے کہ یہ دین کا حصہ کبھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دین جس ذات پر موقوف ہے وہ جناب نبی کریم ﷺ ہیں جو پہلے ہی فرما چکے ہیں۔

ایا کم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلاله وفي روایة کل ضلالة في النار.

یہ حدیث اکثر معتبر کتب میں موجود ہے یعنی گھڑے ہوئے کاموں سے بچو کیونکہ جو دین میں گھڑ لیا جاتا ہے وہ بدعت ہوتا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا آخری انجام جہنم ہے۔

اس حدیث پر اور خاص کر ”کل بدعة ضلالة“ کے بارے میں آگے چل کر ان شاء اللہ تفصیل سے عرض کرنے والا ہوں۔ یہاں یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ بہت سارے علماء اہل سنت نے اپنے اپنے زمانوں میں اس ایجاد کردہ صلوٰۃ وسلام پر گرفت فرمائی ہے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ عبادت ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرآن وحدیث اور خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں ناجائز اور بدعت ہے۔ بہت سارے لوگ آج یہ کہتے ہوئے سادہ مسلمانوں کو ورغلاتے ہیں کہ اس سے منع نہیں کیا گیا اس لئے ہم چند بزرگوں کے حوالے سے ممانعت عرض کرتے ہیں۔

علامہ ابن الحاج مالکی جو اہل سنت والجماعت کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں اور جن کی کتاب المدخل پر بریلوی بھی اعتماد کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب المدخل میں فرماتے ہیں۔

وکذالك ینبغي ان ینهاهم عما احدثوه من صفة الصلواة والتسليم علي النبي صلي الله عليه وسلم۔

ترجمہ: یعنی مؤذنوں نے جناب نبی کریم ﷺ پر جو صلوٰۃ وسلام پڑھنا ایجاد کیا ہے۔ اس سے ان کو منع کیا جائے۔ (حوالہ المدخل ج ۱ اجزء ۲

ص ۲۵۵)

آگے انہوں نے بڑی تفصیل سے مثالیں دے کر سمجھایا ہے کہ حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنا اگرچہ بہت بڑی عبادت ہے مگر شریعت نے جس جگہ حکم دیا ہو۔اور چونکہ یہ بتایا گیا ہے اور حضور ﷺ کے مؤذنوں نے بھی اذان کے ساتھ بلند آواز سے کبھی نہیں پڑھا اس لئے یہ عبادت نہیں اور اس سے بچنا اور اس سے منع کرنا بہت ضروری ہے۔

علامہ ابن الحاج نے یہ بھی لکھا کہ یہ صلوٰۃ وسلام کی بدعت جس ملک میں ایجاد ہوئی ہے (مصر) اس کی طرف جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہاں سے فتنے اٹھیں گے۔چنانچہ فرماتے ہیں۔

"واصل احداثه من قبل المشرق وتقدم الحديث عنه عليه الصلوة والسلام بقوله الفتنة من ههنا وأشا رالي المشرق." (ملاحظہ ہو المدخل جزء-۲ ص ۲۵۲ ج ا سطر-۸)

علامہ ابن الحاج مزید فرماتے ہیں۔

كيف كان خوف الصحابة رضي الله عنهم.

ترجمہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دین میں ایجاد کرنے سے بڑے گھبراتے تھے۔

علامہ ابن الحاج ؒ نے ایک وہم کا بھی ازالہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا قرآن وسنت کی روشنی میں بہت بڑی عبادت ہے اس سے کیسے منع کیا جاسکتا ہے؟

تو ہم جواب دیں گے کہ جس جگہ شریعت نے اس کی تعلیم نہ دی ہو اپنی طرف سے پڑھنا عبادت نہیں بلکہ ناجائز ہے اور انہوں نے مثال میں امام ابوالحسین رزین ؒ کی کتاب کے حوالے سے لکھا کہ عبداللہ ابن عمر ؓ کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی اور اس نے پڑھا الحمد لله وسلام علي رسول الله صلي الله عليه وسلم – حوالہ بالا۔ تو حضرت ابن عمر ؓ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا۔

حضور ﷺ نے 'چھینکتے وقت ہمیں صلوٰۃ وسلام نہیں بلکہ "الحمد اللہ رب العالمین" تعلیم فرمایا ہے۔

غور فرمائیے کہ عبداللہ ابن عمر ؓ صرف اس لئے ناراض ہوئے کہ الحمد للہ رب العالمین پر صلوٰۃ وسلام کا اضافہ انہوں نے دیکھا۔عبداللہ ابن عمر ؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ چھینکتے وقت نبی کریم ﷺ منع فرماچکے ہیں۔بلکہ نبی ﷺ نے جو کچھ تعلیم فرمایا اس پر اضافہ اگرچہ صلوٰۃ وسلام کی شکل میں کیوں نہ ہو حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

فقہاء حنفیہ کے مشہور محدث علامہ علی ابن سلطان المعروف علی قاری ؒ بھی اس مروجہ صلوٰۃ وسلام سے منع فرماچکے ہیں۔چنانچہ فرماتے ہیں۔

فما يفعله الموذنون الاٰن عقب الاذان من الاعلان بالصلوة والسلام مرارًا اصله سنة والكيفية بدعة لان رفع الصوت في المسجد ولو بالذكر فيه كراهة مرقاة.

(شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۶۱)

یعنی اذان کے بعد اگرچہ ہر مسلمان کو درود شریف پڑھنا چاہئے۔مگر آج کل مؤذنوں نے اذان کے بعد زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کیا ہے۔یہ طریقہ بدعت ہے اور پھر مسجد میں اونچی آواز سے اگرچہ ذکراللہ کیوں نہ ہو' ناپسندیدہ ہے۔واضح رہے کہ یہ شرح ملا علی قاری ؒ نے رسول کریم ﷺ کی اس حدیث کے ذیل میں فرمائی ہے۔

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علي. (الحديث)

یعنی اذان سننے کے ساتھ ساتھ جواب دو اور پھر مجھ پر درود پڑھو۔

ملا علی قاری ؒ یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھنا سنت وعبادت ہے لیکن مؤذنوں کا اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا ناجائز ومکروہ ہے۔

(نوٹ) اصطلاحات فقہ سمجھنے والے حضرات اس مغالطے میں نہ پڑیں کہ فيه كراهة فرمایا ہے کیونکہ فتاویٰ عالمگیری میں یہ اصول موجود ہے۔

والمروي عن محمد رحمة الله تعالي نصا أن كل

مکروہ حرام. (ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۸)
یعنی حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے یہ وضاحت مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہوتا ہے۔
نیز فقہاء کے ہاں یہ قاعدہ بھی موجود ہے کہ اگر مکروہ کام بار بار کرلیا جائے یا ثواب سمجھ کر کرلیا جائے تو وہ بھی درجہ حرام کو پہنچ جاتا ہے۔"لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار" وغیرہ روایات کا بھی یہی حاصل ہے۔
علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے۔

انه حرام لما صح عن ابن مسعود رضي الله تعالي عنه، انه اخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون علي النبي صلي الله عليه وسلم جهراً وقال لهم مالي اراكم الا مبتدعين. (فتاویٰ شامی ج-۵ ص ۲۵۵ طبع بیروت وفتاویٰ شامی ج-۵ ص ۲۸۱-۲۸۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان)

یعنی مسجد میں زور زور سے ذکر، یا صلوٰۃ وسلام پڑھنا حرام ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں ثابت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو مسجد نبوی ﷺ میں مل جل کر بعض روایات میں ہے حلقہ باندھ کر ذکر اور صلوٰۃ وسلام زور زور سے پڑھ رہے تھے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو بدعتی سمجھتا ہوں اور ان کو مسجد نبوی سے باہر نکالا۔ یہ واقعہ شامی کے علاوہ فقہ حنفی کے مشہور فتاویٰ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ بزازیہ علی الھندیہ ج-۶ ص ۳۷۸ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان۔) غور فرمائیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں ذکر یا درود زور زور سے پڑھنے کو کتنا بڑا جرم سمجھتے تھے اور ان کو مسجدوں میں نہیں چھوڑتے تھے جن لوگوں کو واقعی رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور عشق ہے۔ ان کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ جس کام کو دین ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے دینی سمجھتے تھے اور ایسے لوگوں کو اصحاب رسول ﷺ دشمنان دین سمجھتے تھے اور انہیں مسجد سے نکالتے تھے۔

فائدہ: یہ بات تو صراحت وروایت سے ثابت ہے کہ یہ زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے

والے صحابہ ہرگز نہ تھے کیونکہ کسی صحابی نے کبھی کوئی بدعت نہیں کی نیز صحابہ نے صحابہ کو کبھی بدعتی بھی نہیں فرمایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صلوٰۃ وسلام مروجہ تو ۷۰۰ھ کے بعد ایجاد ہوا ہے۔ جیسا کہ بحوالہ گذرا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پڑھنے والے کہاں سے آئے؟ تو جواباً عرض ہے کہ علم حدیث سمجھنے والے اس کو باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ دجال قرب قیامت میں ظاہر ہوگا۔ مگر صحابہ رسول ﷺ حضرت تمیم داری نے اپنے زمانے میں دجال کو ایک جزیرے میں ہاتھ پاؤں میں جکڑا ہوا دیکھا ہے اور جب یہ واقعہ جناب نبی کریم ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے بھی تصدیق فرمائی کتاب الفتن کی احادیث کے ذیل میں شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم وحکمت کے طور پر بعض فتنوں کا خیرالقرون ہی میں ظہور فرمایا ہے تاکہ اصولی طور پر اس کا رد ہوجائے۔ اسلئے اکا دکا واقعات سے بدعت کا رائج ہونا سمجھ لینا درست نہیں۔

آیت صلو اعلیه وسلمو اتسلیماً سے متعلق بحث

عام طور پر اہل بدعت کی طرف سے یہ بات سننے میں آتی ہے جو انہوں نے اپنی تمام کتابوں اور فتاووں میں لکھی ہے کہ صلوٰۃ وسلام ان الله وملٰئکته، یصلون علي النبي الایۃ۔ پر عمل کرتے ہوئے پڑھتے ہیں اس وقت بھی میرے سامنے صلوٰۃ وسلام کے جواز کا اشتہار ہے جو دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی نمبر۵ کراچی کی طرف سے شائع کردہ ہے۔ اس اشتہار میں بھی شروع سے لے کر آخر تک اس آیت کو موضوع بناکر جواز ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس لئے اصولی طور پر چند گزارشات سمجھی جائیں اولاً یہ آیت کریمہ جناب نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور سب سے پہلے جناب نبی کریم ﷺ کی زبان نبوت سے صحابہ کرام اس کے سننے والے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے زیادہ قرآن کریم سمجھنے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ قرآن کریم پر عمل کرنے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد صحاح ستہ کی احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔ بخاری ومسلم کے الفاظ میں ہے۔

قلنا يا رسول الله كيف الصلوة عليكم اهل البيت

فان الله قد علمنا كيف نسلم عليك قال قولو اَللّٰهُمَّ صل علي محمّد وعلي آلِ محمد. (الحدیث۔ مشکوۃ' ج-۱ص ۸۶)

یہاں چند باتیں سمجھنے کی ہیں۔ (۱) آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام ﷺ نے نبی کریم ﷺ سے درود شریف کے بارے میں پوچھا ہے (۲) جناب نبی کریم ﷺ نے درود ابراہیمی تعلیم فرمایا ہے۔ جو اللھم سے شروع ہوتا ہے یہ عجیب بات ہے کہ صحابہ کرام ﷺ جو سب سے بڑے علماء اور عاشقان رسول تھے انہوں نے اپنی طرف سے صلوٰۃ وسلام بنانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس سلسلہ میں جناب نبی کریم ﷺ سے مراجعت فرمائی معلوم ہوا کہ درود شریف کوئی بھی اپنی طرف سے نہیں بناسکتا۔ اور اگر اپنی طرف سے بنایا گیا تو قرآن کریم کی آیت پر عمل کرنے کے خلاف ہوگا۔

(۳) جناب نبی کریم ﷺ نے بھی صحابہ سے یہ نہیں فرمایا کہ میری تعریف ومنقبت میں جو چاہو الفاظ بناؤ۔ خواہ وہ الصلوٰة و السلام عليك يا رسول الله کے الفاظ ہوں یا مصطفےٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام کے الفاظ ہوں۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ نے خود درود شریف بیان فرمایا۔ معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کا منشا بھی یہی ہے کہ میری تعظیم وتکریم بجا لائی جاسکتی ہے کہ میرے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق مجھ پر درود شریف پڑھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں درود شریف کے جتنے طرق آئے ہیں وہ اللھم صلّ علي سے شروع ہوتے ہیں علماء اہلسنّت نے صاف صاف لکھا ہے کہ اگر ایسے الفاظ سے درود پڑھا جائے جن کے شروع میں اللھم کے الفاظ نہ آتے ہوں تو قرآن کریم کی آیت پر بھی عمل نہیں ہوگا اور وہ درود بھی نہیں کہلائے گا۔ مفسر اہل سنت علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں :-

ومتقضي ظاهر ارشاده صلي الله تعالٰي عليه وسلم اياهم الي طلب الصلاة عليه من الله تعالٰي شانه انه لا يحصل امتثال الامر الا بما فيه طلب ذلك منه، عزوجل ويكفي اللهم صل علي محمد لانه الذي اتفقت عليه الروايات في بيان الكيفية. (تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۷۸-۷۹)

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد عالیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ بندے اللہ سے درخواست کریں کہ۔ اے اللہ ہمارے نبی کریم ﷺ پر درود وسلام نازل فرما اور حدیث میں درود وسلام کے جتنے طریقے آئے ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ سے درخواست وطلب ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایسے الفاظ پیش کئے جائیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہو تو وہ ناجائز ہوں گے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں الصلوٰة علي رسول الله فانه لا يجزي اتفاقًا لانه ليس فيه اسناد الصلوٰة الي الله فليس في معني الوارد روح المعاني – حوالہ بالا۔

ترجمہ : الصلوٰة علي رسول الله کے الفاظ بطور درود وسلام کے پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ اس میں صلوٰۃ وسلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی ہے تو یہ احادیث میں آئے ہوئے درود وسلام کے خلاف ہوا۔

پس معلوم ہوا کہ الصلوٰة و السلام عليك يا رسول الله یا مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام وغیرہ آیت قرآنی پر عمل کے لئے کافی نہیں ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام کے پوچھنے پر رسول اکرم ﷺ نے اللھم صل کہہ کر جو درود شریف تعلیم فرمایا ہے وہ اس لئے ہے کہ بندوں کی طاقت ہی نہیں کہ وہ بارگاہ نبوت میں صلوٰۃ پیش کرسکیں کیونکہ جب آیت میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور فرشتے حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تو بندے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں۔ کہ اے اللہ آپ ہماری طرف سے بھی درود وسلام بھیجیں۔ علامہ آلوسی ؒ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وفيه ايماء الي انكم عاجزون عن التعظيم الائق بي فاطلبوه من الله عزوجل لي – (روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۷۸)

علامہ نیساپوری ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اس لئے ضروری ہے کہ أن مرتبة العبد تقصر عن ذلك بل يسأل ربه سبحانه أن يّصلي عليه الصلاة و السلام – (تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۷۹)

ترجمہ : اس لئے کہ بندہ کا مرتبہ اس سے کم ہے بلکہ وہ اپنے رب سے سوال کرے گا کہ وہ۔ اس کی طرف سے نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے۔ (ابن نجیم نے بحرالرائق ج-۱ ص ۳۴۸ پر یہی فرمایا ہے)

علامہ آلوسی ؒ کی ان تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یا تو "اللھم صل" یا "صلي الله علي محمد" وغیرہ وغیرہ الفاظ جن میں اللہ تعالیٰ سے درخواست وطلب ہے جائز ہے اور الصلوة و السلام علي رسول الله یا الصلوة و السلام علیك یا رسول الله کے الفاظ میں چونکہ اللہ تعالیٰ سے درخواست وطلب کا معنی نہیں ہے' اس لئے یہ صحیح نہیں ہے۔ نماز میں التحیات کے دوران السلام علیك ایھا النبي کے جو الفاظ ہیں وہ چونکہ معراج میں نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں اس لئے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کردہ الفاظ کو عرض کرتا ہے اس لئے وہ الفاظ اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں کیونکہ حکایات شرعیہ کو بدلا نہیں جاسکتا جوں کا توں برقرار رکھا جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ لکھتے ہیں کہ۔

السلام علیك ایھا النبي ووجه الخطاب لا بقائه علي ما ورد حین التعلیم واصله في لیلة المعراج. (لمعات شرح مشکوٰۃ' ج۔ ۳ ص ۱۸۱' اسی طرح ملاحظہ ہو۔ مرقاۃ جلد ۲۔ ص ۳۳۱)

بریلوی حضرات یہاں ایک دھوکہ دیتے ہیں کہ السلام علیك ایھا النبي پڑھتے وقت ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سامنے تشریف فرما ہوتے ہیں اور جب نبی کریم ﷺ موجود ہوں تو الصلوۃ و السلام علیك یا رسول الله پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ روضہ منورہ پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے تو گزارش یہ ہے کہ اولاً تو نبی کریم ﷺ کا اپنے روضہ منورہ کے علاوہ کسی اور جگہ تشریف فرما ہونا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ سات سو سے زیادہ فقہا ومحدثین ومفسرین نے نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب یا حاضر ناظر جاننے والے کو کافر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

خلاصۃ الفتاویٰ (ج۔ ۴ ص ۳۸۵)' فتاویٰ قاضی خان علی الہندیہ (ج۔ ۳ ص ۵۷۶) بزازیہ علی الہندیہ (ج۔ ۶ ص ۳۲۶)' عالمگیری (ج۔ ۲ ص ۲۶۶) شامی۔ (ج ۳ ص ۲۹۴) بحرالرائق۔ (ج۔ ۳ ص ۸۸).

ثانیاً اگر جناب نبی کریم ﷺ التحیات کے دوران نمازی کے سامنے موجود ہوتے تو پھر بریلوی حضرات کھڑے ہو کر التحیات پڑھتے۔ مگر وہ بھی مسلمانوں کی طرح بیٹھ کر ہی السلام علیك ایھا النبي پڑھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی دل دل میں جانتے ہیں

کہ حضرت ﷺ تشریف فرما نہیں ہوتے بلکہ احادیث مبارکہ کے مطابق فرشتے صلوٰۃ وسلام پہنچاتے ہیں جیسا کہ سنن دارمی وبیہقی نسائی کی روایات میں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۸۶ ج ۱)

حیرت وتعجب! مقام حیرت ہے کہ قسطلانی' فتح الباری اور عمدۃ القاری کی ایک مجہول توجیہ نقل کرتے ہوئے زمانہ حاضر کے بریلوی مذہب کے غزالی دوران مولوی احمد سعید شاہ کاظمی ملتانی نے بھی تسکین الخواطر میں یہی دھوکہ دہی کی ہے۔

فاذا الحبیب في حرم الحبیب حاضر کا ترجمہ بالکل غلط کیا ہے۔ یہی دیانتداری اوکاڑوی صاحب نے "راہ حق" میں کی ہے۔ کیونکہ اس صوفیانہ توجیہ کا صرف اتنا مطلب تھا کہ نمازی جب نماز پڑھتا ہے اور وہ قرب خداوندی کے درجات کو طے کرلیتا ہے تو جب یہ نمازی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوجاتا ہے اور اللہ جل جلالہ کے جناب میں حضور اکرم ﷺ کو موجود پاتے ہیں اور یہ سلام پیش کرتا ہے۔ یہاں پر یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم ﷺ نمازی کے سامنے تشریف لاتے ہیں اہل علم یہ بات بھی یاد رکھیں کہ بخاری کے اولین شارحین جیسے کرمانی ؒ وغیرہ نے اس توجیہ کو یکسر نقل ہی نہیں کیا اس طرح غزالی ملتان نے امام غزالی ؒ وغیرہ بزرگوں کی عبارت نقل کی ہے۔ جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ نمازی یہ تصور کرلے کہ نبی کریم ﷺ سامنے ہیں اور وہ سلام پیش کررہا ہے مگر ولیصدق أملك في أنه یبلغه (احیاء العلوم ج۔ ۱ ص ۱۶۹) ان الفاظ کا ترجمہ وتشریح چھوڑ گئے۔ کیونکہ اس جملے میں امام غزالی ؒ نے یہ وضاحت فرمائی کہ آپ کا سلام نبی کریم ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ یہ الفاظ بریلوی مذہب کی جڑوں کو اکھیڑنے والے تھے اس لئے نظرانداز کردیئے۔ نیز جن بزرگوں نے یہ فرمایا ہے ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ امتی کا سلام فرشتوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے چنانچہ "وفاء الوفاء" میں امام غزالی ؒ کا مستدل یہ حدیث بنائی گئی ہے۔

ان الله تعالي وکل بقبره ملکًا یبلغه السلام ممن یسلم علیه من امة. (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۹۶)

علامہ سمہودی ؒ نے یہ الفاظ بھی لکھے ہیں ھذا في حق من لم یحضر قبره یعنی یہ ان لوگوں کو سلام پہنچایا جاتا ہے جو روضہ اطہر پر موجود نہ ہوں (کیونکہ روضہ اطہر کے پاس آنحضرت ﷺ کا خود سلام سننا امت محمدیہ کا تقریباً اجماعی عقیدہ ہے اور حق بھی یہی ہے)

سنن دارمی میں صریح حدیث میں موجود ہے۔ قال رسول الله صلي الله عليه وسلم ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني عن امتي السلام (سنن دارمی جزء ثانی ص ۲۲۵)

ان صحیح اور صریح احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی کریم ﷺ تک امت کا سلام فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اس کے باوجود یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نمازی کے سامنے خود تشریف لاتے ہیں کس قدر دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے ان بے انصافوں نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ اس طرح کہنے سے صحیح احادیث سے انکار کے علاوہ جناب نبی کریم ﷺ کی کس قدر بے حرمتی اور بے ادبی کی بات ہے کہ آپ ایک ادنیٰ امتی کے سلام سننے کے لئے خود معاذاللہ زحمت فرماتے ہیں۔ حالانکہ اس بات کی تردید خود نماز کے اندر موجود ہے۔ کچھ وہ جو ہم لکھ آئے ہیں مزید عرض ہے کہ " اللهم صل علي محمّد " بصیغہ غائب پڑھنا اور تواتر کے درجہ میں اس کا مشہور ومعروف ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ تک درود وسلام پہنچایا جاتا ہے آپ ہرگز ہرگز خود تشریف فرما نہیں ہوتے۔

ثالثاً! اگر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کوئی عبادت ہوتی تو نمازی کو حکم ہوتا کہ السلام عليك ايها النبي پڑھتے وقت کھڑے ہوجایا کرو۔ بلکہ نمازی کو یہ حکم ہوتا کہ رکوع بعد میں کرو اور سلام پہلے پیش کرو۔ سو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام کے آداب میں سے روضہ رسول ﷺ کے علاوہ دوسرے مقامات پر کھڑا ہونا نہیں ہے۔

رابعاً یہ لوگ صلوٰۃ وسلام مروجہ کھڑے ہونے کے علاوہ زور زور سے بلکہ لاؤڈ اسپیکروں میں پڑھتے ہیں اذان کے بعد بھی اور میلاد کے اندر بھی اور کہتے ہیں کہ "آگیا تاج والا"۔ اگر یہ اپنے کہنے میں سچے ہیں اور تاجدار مدینہ ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں تو زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں بنص قرآن حرام وناجائز ہے۔ بلکہ بنص قرآن ان کے تمام اعمال ضائع اور برباد ہوچکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اے ایمان والو نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک پر اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو۔ أن تحبط اعمالكم و أنتم لا تشعرون (سورۂ حجرات) یعنی اگر تم نے اپنی آوازیں اونچی کی تو تمہارے سارے اعمال برباد ہوجائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

اس آیت کے ذیل میں مفسرین اہل سنت نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی موجودگی

میں اونچی آواز سے بولنا بے ادبی ہے جس سے نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں ملاحظہ ہو۔ (تفسیر روح المعانی وفاء الوفاء ج۔۴ ص ۱۳۹۶ وشرح شفا وغیرہ) لہٰذا الصلوة والسلام عليكَ يا رسول الله کے الفاظ کھڑے ہو کر پڑھنا اور زور سے سلام پڑھنا سب کے سب شریعت اسلامیہ کی روشنی میں بالخصوص اہل سنت والجماعت کے نزدیک ناجائز بدعت اور حرام ہیں۔

صلوٰۃ وسلام سے متعلق اہل بدعت کے چند مغالطے اور ان کا ازالہ

ہماری مذکورہ بحث کے متعلق جن حضرات نے اہل بدعت کی کتابیں نہ دیکھی ہوں وہ یہ نہ سمجھیں کہ صلوٰۃ وسلام مروجہ کو ان لوگوں نے درود شریف نہیں کہا ہے سو سن لیجئے مشہور مبتدع مولوی شفیع اوکاڑوی کہتے ہیں۔ "بہر صورت ہر طرح یہ ثابت ہوگیا کہ یہ درود شریف الصلوة و السلام عليك يا رسول الله پڑھنا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو راہ حق ص ۳۲)

بعض اہل بدعت نے یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ علماء نے لکھا ہے کہ التحیات کے دوران اخبار اور حکایت جو معراج میں واقع ہوئی ہیں کا ارادہ نہ کرے بلکہ یہ الفاظ بطور انشاء کے پڑھے۔ اس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ نبی ﷺ سامنے موجود ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ الفاظ امتی عبادت کے طور پر پڑھتا ہے اس لئے اللہ جل جلالہ اپنے فرشتوں کے ذریعہ اپنے نبی ﷺ کہ یہ الفاظ پہنچاتے ہیں اور درود وسلام کا ثواب نصیب ہوتا ہے سو واضح رہے کہ کسی عالم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ اخبار اور حکایت نہیں ہے بلکہ اخبار اور حکایت بطور انشاء کے پڑھنے کا لکھا ہے۔ (ردالمحتار ج۔۱ ص ۳۴۲) جیسے اللہ جل جلالہ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی جو منقبت فرمائی۔ وہ بطور حکایت کے ہیں لیکن پڑھنے والا جب پڑھنے لگتا ہے تو اسے ان کا ثواب ملتا ہے لہٰذا اس کے حق میں یہ انشاء بھی ہے فریق مخالف کے مسلمہ عالم احمد سعید شاہ کاظمی لکھتے ہیں کہ جن عبارات میں سلام تشہد کا علی سبیل الحکایت ہونا وارد ہے۔ وہاں مجرد حکایت مراد نہیں بلکہ حکایت علی طریق الانشاء مراد ہے ملاحظہ ہو۔ (تسکین الخواطر ص ۶۹) بلکہ کاظمی صاحب نے اس کو تحقیقی بات کہا ہے سو

معلوم ہوا کہ مبتدعین بھی اس کو مانتے ہیں کہ یہ واقعہ اصلاً حکایت ہے۔مگر چونکہ عبادت کی نیت سے پڑھا جاتا ہے اس لئے انشاء کی حیثیت رکھتا ہے جس پر ثواب ملنے کا دارومدار ہے۔

مقام حیرت وافسوس : کاظمی صاحب نے اپنی کتاب تسکین الخواطر حصہ اول ص ٦٦ تا ٨٧ پر جو کچھ سب دشتم اور لعن طعن برصغیر کے علماء راسخین اور اولیاء کاملین جیسے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر کیا ہے اس کے بارے میں اولاً تو یہ عرض ہے کہ اس کا انتقام بروز محشر مقام محمود پر کھڑے ہو کر فخر دوعالم جناب نبی کریم ﷺ خود لیں گے کیونکہ محدثات وبدعات پر ایمان لانے والے وہیں سے گزریں گے اور نبی کریم ﷺ ان کی بدعات سے مطلع ہونے کے بعد فسحقاً فسحقا لاصحاب النار فرمائیں گے۔یعنی تباہ وبرباد ہوجائیں یہ سنت کو چھوڑ کر بدعت کرنے والے بدعتی جہنمی۔(ملاحظہ ہو' بخاری شریف ج۔٢ کتاب الحوض)

ثانیاً ان تمام بد دعاؤں اور گالیوں کے تو یہ حضرات بزرگان اہل سنت ہرگز مصداق نہیں ہوسکتے البتہ بمقتضائے حدیث ایسی مقدس ہستیوں کے حق میں ایسی بدگوئی کرنے والا انشاء اللہ العزیز دنیا اور آخرت میں اپنے کلمات کا خود مصداق بنے گا وما ذلك علي الله بعزيز.

ہم نے یہاں کاظمی صاحب کا ذکر مختصراً کیا ہے جو اس مقام کا تقاضہ تھا۔تفصیلی جائزہ انشاء اللہ العزیز شائع ہوگا۔جس میں غزالی صاحب کی دو کتابوں تسکین الخواطر اور الحق المبین کا تفصیلی تذکرہ ہوگا۔اہل علم کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ ایسے غزالی کم دیکھنے میں آئیں ہوں گے جنھوں نے ہدایۃ النحو اور کافیہ جیسی معروف کتب نحو شرح جامی سمیت مطالعہ نہ فرمائی ہو کیونکہ کاظمی صاحب پہلے غزالی وقت ہیں جنھوں نے "ندبہ" کو ندا کے مبحث سے خارج فرمایا ہے۔

؎ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

کاظمی صاحب نے جہاں ایجاد نحو کا ایک نیا کارنامہ انجام دیا ہے وہاں ان کی ایک دوسری قابلیت بیضاء بھی پہلے سے کچھ بڑھ کر قابل داد ہے چنانچہ امام العصر امام اہلسنّت مولانا انور شاہ صاحبؒ نے جہاں السلام علیك ایھا النبي کے اندر سلام وخطاب

کو حکایت معراج قرار دیا ہے (جیسا کہ تمام شروح حدیث وکتب فقہ میں مصرح ہے) جب اس کا جواب دینے سے کاظمی صاحب بے بس ہوگئے اور سب وشتم جو انہیں اپنے بڑوں سے ورثے میں ملا ہے اس کا فریضہ بھی ادا فرمایا تو علم حدیث کے اصول کے سمندر میں غوطے کھانے لگے اس غوطہ زنی میں جو موتی انہوں نے برآمد فرمائے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں مخالفین کا سلام تشہد کو واقعہ معراج کی حکایت قرار دینا مخالفین کے اپنے اصول ومسلمات کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں مانتے جسکی سند موجود نہ ہو۔ آگے انہوں نے حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے عرف شذی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت نے عرف شذی میں فرمایا ہے ولکني لم أجد سند هذه الروایته اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کاظمی صاحب نے اپنی طبیعت یوں خوش فرمائی ہے کہ ہم ابواب فضائل ومناقب میں ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی سند ہمارے سامنے نہ ہوں۔مگر علماء محدثین یا فقہاء معتبرین ودیگر علماء متعمد علیہم نے انہیں قبول کیا ہو۔(تسکین الخواطر حصہ اول ص ٨٧)

کاظمی صاحب نے اس تنقید میں علم دیانت کا جو خون کیا ہے اس پر کاظمی صاحب سے اور ان کے ہم مسلکوں سے شکوہ کرنا تو عاشق سے توقع صبر کرنے کے مترادف ہے۔

؎ کوشش بے فائدہ است وسمہ بر آبروے کور

البتہ حضرت امام غزالیؒ جیسے امام ہدایت وانصاف کے حال پر رحم آتا ہے جن کے مقدس لقب غزالی کو آج دیوانوں پر چسپاں کیا جارہا ہے۔کاظمی صاحب کا یہ کہنا کہ علماء اہل سنت' علماء دیوبند علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں مانتے جن کی سند موجود نہ ہو۔یہ علماء حق پر افتراء اور بہتان عظیم ہے کیونکہ علماء دیوبند سند کے بارے میں احکام وعقائد میں اگرچہ محتاطین محدثین کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں۔لیکن جن فقہاء ومحدثین کے علم پر اعتماد ہے۔اگرچہ ان کے ہاں اس کی سند نہ ہو تو ایسی روایت ہمارے ہاں قابل قبول ہے۔جیسے فقہ حنفی کی مشہور ومعتبر کتاب ہدایہ کی بعض احادیث کا حال ہے جن کی سندیں محدثین کے قواعد کے مطابق یا تو کمزور ہیں یا ناپید ہیں۔جس کی تفصیل جمال زیلعی کے نصب الرایہ میں موجود ہے۔

فضائل ومناقب میں بھی ثقہ حضرات کے علم پر اعتماد کیا جاتا ہے۔نہ جانے کاظمی صاحب کو مطلق ومقید کی تعریف معلوم نہیں یا وہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح افتراؤں کے

ذریعہ پکا کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت انور شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تفصیل کے ساتھ اس کی سند محدثین کے ہاں نہیں ملی۔ کیا کاظمی صاحب کا کوئی وفادار جرأت کرکے حضرت مولانا انور شاہ صاحب "سے یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ انہوں نے یہ فرمایا ہو کہ اگرچہ یہ راویت محدثین اور فقہاء کے ہاں مشہور و معروف ہے۔ مگر میں اسکو نہیں مانتا کیونکہ مجھے اس کی سند نہیں ملی۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس

والحجارة الاية.

شاید کاظمی صاحب نے اصول حدیث کی مشہور کتاب تدریب الراوی ملاحظہ نہ فرمائی ہو جہاں تلقی امت کو صحت حدیث کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم

يكن له اسناد صحيح (تدریب ص ۶۷)

علامہ ابن ہمام ؒ صاحب ہدایہ ایک روایت وعن عثمان رضي الله عنه انه قال الحمد لله فارتج عليه فنزل وصلي کی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فانها لم تصرف في كتب الحديث بل في كتب الفقه. (فتح القدیر علی الهدایہ ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان)

کیا کاظمی صاحب اور دوسرے بدعت کے سرغنے یہ ہمت کرکے ثابت کرسکتے ہیں کہ بزرگان دیوبند نے کسی معتمد فقیہ یا محدث کی ذکر کردہ روایت کو صرف اس لئے ٹھکرایا ہو کہ اس کی سند ان کو نہ ملی ہو؟ دیدہ را دیدہ باید

فلا حول ولا قوة الا بالله کاظمی صاحب نے بخاری شریف کی حدیث تشہد جس میں نبی کریم ﷺ نے التحیات کے بارے میں فرمایا ہے فانكم اذا قلتموها اصابة كل عبد الله صالح في السماء والارض. (بخاری شریف۔ ج ۱ ص ۱۱۵) سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ مگر انہوں نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ حدیث مبارکہ ہمارے اعتراض کا قلع قمع نہیں کررہی ہے بلکہ خود ساختہ اسلام دشمن عقیدہ حاضر و ناظر کی جڑیں کاٹ رہی ہیں کیونکہ کاظمی صاحب اور ان کے ہم مسلک صالحین کو یہاں حاضر مانتے ہیں مگر

حدیث رسول کہتی ہے جب تم یہ الفاظ سلام کہہ لیتے ہو تو وہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پہنچ جاتے ہیں (ترجمہ کاظمی صاحب کا ہے) غور فرمائیے! کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ درود و سلام پہنچایا جاتا ہے حدیث ان کے خلاف ہے یا جو لوگ کہتے ہیں کہ نہیں، صالحین حتیٰ کہ نبی کریم تشریف لاتے ہیں۔ یہ حدیث ان کی بدعات سے بنی ہوئی عمارت کو ڈھارہی ہے۔ فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين.

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ہماری ذکر کردہ ان تمام تفاصیل و دلائل سے روز روشن کی طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ السلام عليك ايها النبي کا عقیدہ حاضر و ناظر سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں بددیانتی اور کور باطنی مستقل امراض ہیں جن کی شفا اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔

اس رسالہ میں ہم مروجہ صلوٰۃ و سلام کے علاوہ دوسرے بدعت آمیز عقائد و نظریات پر نہیں لکھنا چاہتے۔ یہ چند باتیں بھی بطور مثال کے ذکر کردی گئیں۔ اسی پر ایک اور اضافہ کردیتے ہیں تاکہ اگر کسی کے لئے اللہ تعالیٰ مالک ہدایت کے ہاں ہدایت منظور ہو اور ہدایت نصیب ہو اور جو لوگ حق اور باطل میں تمیز کرنا چاہتے ہوں ان پر حقیقی اہل سنت اور دشمنان اہل سنت کا فرق واضح ہوسکے اور ہر شخص دیانت و انصاف کے آئینہ میں فیصلہ کرسکے

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ جس وقت نمازی نماز ختم کرکے سلام پھیرتا ہے تو جو نمازی وہاں موجود ہوں اور ان فرشتوں کا جو حفظہ کے طور پر مقرر ہیں، و صالح الجن جو نماز کے وقت موجود ہوتے ہیں نمازی سب کی نیت کرے۔

(نور الایضاح ص ۷۱)

اس کے علاوہ یہ مسئلہ فقہ حنفی کی تمام معتمد کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ یہ تفصیل بھی ہے کہ کون کس کس کی نیت کرے جن کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کی نیت کی جائے کیوں کہ حافظی فرشتے کراما کاتبین، نیک جنات اور جو مسلمان وہاں موجود ہوں سلام پھیرتے وقت ان کی نیت کی جائے مگر یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو السلام عليك ايها النبي پڑھتے وقت (بریلوی عقیدے کے مطابق جو کہ حاضر تھے) ان کی بھی نیت کی

جائے حالانکہ سارے کائنات کے کاملین پر نیت ایک طرف اور آپ ﷺ پر سلام کی نیت دوسری طرف فداه ابي و امي وصلي الله عليه وسلم -مگر چونکہ جناب نبی کریم ﷺ کی آمد اقدس کا کوئی بھی مسلمان کبھی قائل نہیں ہوا اس لئے کسی کتاب میں نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی ،منفرد ہو۔

الغرض کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی کہ جناب نبی کریم ﷺ پر سلام پھیرتے وقت سلام ورحمت بھیجنے کی نیت کی جائے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بہت زمانوں بعد کا ایجاد کردہ ہے جو کہ قرآن وسنت اور تعامل امت کی روشنی میں غلط وباطل ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔(مبسوط محمد (ج-۱ص ۱۰-۱۱) مبسوط سرخسی (ج-۱ص ۳۰)، فتح القدیر (ج-۱ص ۲۷۸)، کفایہ (ج-۱ص ۲۷۸)، عنایہ (ج-۱ص ۲۷۸)، بحرالرائق (ج-۱ ص ۳۵۲)، بدائع الصنائع (ج-۱ ص ۲۱۴)، کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ (ج-۱ص ۲۶۶)، خلاصۃ الفتاویٰ (ج-۱ ص ۵۶)، فتاویٰ عالمگیری (ج-۱ ص ۷۶-۷۷)، طحطاوی علی الدر (ج-۱ص ۲۳۰)، طحطاوی علی المراقی (ص ۱۳۹)، ردالمحتار (ج-۱ص ۳۵۴)، بنایہ (ج-۲ص ۲۵۵)

ان تمام کتابوں میں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے بلکہ بہت سارے فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ موجود مسلمان صالح الجن اور مقرب ملائک کے علاوہ کسی اور کی نیت نہ کرے چنانچہ حلبی کبیرص ۳۲۷ میں ہے کہ دون غيرهم اسی طرح نورالایضاح میں ہے۔ ونية المنفرد علي الملائكة فقط نور الايضاح (ص ۷۱) نیز بیشتر فقہاء کرام نے تفضیل البشر علی الملائکۃ کا مسئلہ بھی یہیں لکھا ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کا بھی تذکرہ ہے۔مگر یہ کسی نے نہیں لکھا کہ نمازیوں کو انبیاء علیہم السلام یا اولیا کی بھی نیت کرنا چاہئے -یہاں تک کہ مراقی وغیرہ میں ہے کہ جو فرشتے نمازی کے پاس (پیشانی کے اوپر) درود شریف لکھنے کے لئے بیٹھے رہتے ہیں فرشتوں میں ان کی بھی نیت کرے مگر یہ کسی فقیہہ نے نہیں لکھا کہ درود لیجانے کی کیا ضرورت آقائے نامدار ﷺ خود موجود ہیں -سب سے پہلے ان کی نیت کی جائے -ہم فقہاء کے اس متفقہ مسلک کے واسطے سے کاظمی صاحب اور دوسرے ان کے ہم خیال حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان تمام روشن دلائل کی روشنی میں فکر آخرت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے ان شب وروز مساعی جمیلہ پر نظر کرتے ہوئے جو آپ ﷺ نے امت کے عقیدے اور عمل کو شرک وبدعت سے بچانے کے لئے فرمائی

ہے -ﷺ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور اگر ان کی سمجھ میں بات اتر گئی تو بغیر خوف لومة لائم کے واشگاف الفاظ میں درست عقیدہ اور عمل کا اعلان فرمائیں -نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ایسے موقعوں پر ہمارا کامل راہنما ہے۔

ان العبد اذا اذنب ذنبا ثم تاب توبة تاب الله عليه ،
رواه البخاري .

یعنی بندہ جتنے بھی گناہ اور جرائم کرچکا ہو لیکن جب وہ اپنے رب کے حضور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔

ہم نے علامہ آلوسی ؒ اور ابن نجیم ؒ کے حوالے سے اور بہت سارے علماء اہلسنت کے حوالوں سے یہ عرض کردیا ہے کہ الصلوة و السلام عليك يا رسول الله کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ نہیں ہیں -اس لئے کسی صحابی نے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کی عدم موجودگی میں ان الفاظ کو درود وسلام کے طور پر نہیں پڑھا مولوی محمد شفیع اوکاڑوی نے اور دوسرے لوگوں نے شجرو حجر کی طرف سے جو الصلوة و السلام عليك يا رسول الله ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ غیر ثابت ہے کیونکہ وہ تو اول تو نبی کریم ﷺ کا تعلیم کردہ نہیں ہے۔

ثانیاً (سیرت حلبیہ ج-۱ص ۳۶۱) کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے سیرت حلبیہ میں یہ روي کے الفاظ سے ہے جو کمزوری کی علامت ہے۔

ثالثاً نسیم الریاض کے حوالے سے اوکاڑوی صاحب سے نقل کیا گیا ہے نسیم الریاض کے حوالے سے اوکاڑوی صاحب نے جو لکھا ہے صحابہ کرام الصلوة و السلام عليك يا رسول الله پڑھتے تھے اس کی بھی سند غائب ہے -علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہاں یہ الفاظ ہیں و المنقول في تحية صلي الله عليه وسلم یعنی نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ اس طرح پڑھتے تھے چنانچہ آپ کی موجودگی میں الصلوة و السلام عليك يا رسول الله يا السلام عليك يا نبي الله اگر پڑھا گیا تو اس کی حیثیت سلام موجودگی کی ہے اور یہ عمل بھی ہے چنانچہ روضہ منورہ پر بھی اس نظریہ کے تحت ان الفاظ سے صلوٰة وسلام پیش کیا جاتا ہے۔لیکن دور دراز اور نبی کریم ﷺ کے روضہ کے علاوہ کسی اور جگہ نہ تو صحابہ کرام یہ الفاظ بطور درود شریف کے پڑھ چکے ہیں اور

نہ تو خیرالقرون کے مسلمانوں نے اور نہ بعد کے حضرات معتمدین نے بلکہ یہ سب حضرات اللھم صلّ کے الفاظ پر مشتمل درود شریف پڑھتے تھے۔

چنانچہ قاضی عیاض نے اپنی مشہور کتاب شفا میں بہت سارے صحابہ اور بزرگان دین کے درود شریف لکھے ہیں اور وہ سب کے سب اللھم صل کے الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔اوکاڑوی صاحب وغیرہ کو یہ شبہ تھا یا ان کی طرف سے یہ مغالطہ تھا کہ درود ابراہیمی نماز کے علاوہ نہیں پڑھا جاسکتا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بیہقی کی جس روایت کو اوکاڑوی صاحب نے مستدل بنایا ہے اس کے مقابلے میں بخاری و مسلم کی صحیح ترین روایات سے نماز کے علاوہ دوسری جگہوں پر درود ابراہیمی پڑھنے کو پسند فرمایا ہے۔چنانچہ علامہ سمہودی فرماتے ہیں۔

والذي اختاره لنفسه اللهم صل. (وفاءالوفاء ج ۴ ص ۱۴۰۰)

نیز اللہ کے نبی ﷺ کو یہ درود وسلام سب سے زیادہ پسند ہے اس لئے تو نماز میں تجویز کیا گیا ہے۔

الغرض امت محمدیہ ﷺ کے علماء اور اولیاء کا اس پر اتفاق ہوا ہے کو جو درود نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے وہ سب سے افضل ہے اس کے ہم معنی درود وسلام بھی بزرگان دین پڑھ چکے ہیں جس کو علامہ آلوسیؒ فی معنی الوارد کہہ کر بیان فرماتے ہیں۔مگر الصلوٰة والسلام علیك یا رسول اللہ پڑھنا روضہ منورہ کے علاوہ ثابت نہیں ہے۔

ومن ادعي فعليه الاثبات —

میں فریق مخالف کے علماء سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ ادھر ادھر کی لایعنی باتوں سے اپنے دل کو نہ بہلائیں اور امت کے سادہ مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیں بلکہ اپنی تمام تر توجہ تحقیق کو اس طرف مبذول فرمادیں اور خیرالقرون میں کسی مستند اور معتمد مسلمان سے ثابت کرا دیں کہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد یا نماز فجر یا نماز جمعہ کے بعد کب اور کہاں اور اس نے کھڑے ہو کر الصلوٰة والسلام علیك یا رسول اللہ اور یا سلام علیك یا نبی پڑھا ہے؟ تحقیق کرتے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسجد سے صلوٰة وسلام زور سے پڑھنے والوں کو نکالنے کا واقعہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے تاکہ تحقیق رساں اور برمحل ہونے کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف نہ ہونے پائے۔

بریلوی حضرات کی مروجہ صلوٰة وسلام ثابت کرنے کی ہٹ دھرمی

اوکاڑوی صاحب نے صلوٰة وسلام کو جائز ثابت کرنے کی جو کوشش فرمائی وہ ملاحظہ ہو وہ جب کسی طرح سے بھی یہ ثابت نہ کرسکے کہ خیرالقرون میں نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر کے علاوہ دور دراز ملکوں میں مسلمان درود ابراہیمی کی جگہ مروجہ صلوٰة وسلام پڑھتے ہیں تو یہ ایک مجتہدانہ کارنامہ انجام دینے لگے کلوا و اشربوا میں کھانا پینا مطلق ہے اور صلوا علیه و سلموا میں صلوٰة وسلام مطلق ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر وہ درود شریف اور سلام جو شریعت میں منع نہیں وہ جائز ہے۔(راہ حق ص ۲۳-۲۴)

اوکاڑوی صاحب نے جس طرح قیاس فرمایا ہے وہ اپنی جگہ اتنا بھاری ہے کہ شاید موجودہ زمانے کے مبتدعین بھی مل کر اسے نہ اٹھا سکیں مگر کیا کیا جائے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صلوا علیه و سلموا کو کلوا و اشربوا پر قیاس کرنے کے بجائے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ہم صلوٰة وسلام کیسے پڑھیں اور فخر دو عالم ﷺ نے بھی کلوا و اشربوا پر قیاس کرنے کا حکم دینے کے بجائے خود اللھم صلّ کے الفاظ تعلیم فرمائے۔ اوکاڑوی صاحب کی تحقیق بالا کو کسی عجائب گھر میں آویزاں کرنے کے بجائے اب اس کے لئے مخصوص برقیاس کی مثالیں تلاش کی جائیں۔

؎ ببیں عقل و دانش بباید گریست

ویسے بھی ان حضرات کی کھانے پینے کے سلسلے میں جنون حالی اور اسی کو اوکاڑوی صاحب کا مستدل بنانا عجیب کے علاوہ غریب بھی ہے۔سچ کہا گیا ہے کہ بھوکا ہر جگہ سے روٹی پکنے کی آواز سنتا ہے۔

اوکاڑوی صاحب تو اس دنیا سے تشریف لے جاچکے ہیں۔مگر انکے بعد جو حضرات موجود ہیں اور اس قسم کے مغالطوں میں مبتلا ہیں۔انہیں اگر عملاً دین کی کتابیں دیکھنے کا وقت نہیں ملتا تو کم ازکم اولیاء اللہ جن کے ساتھ عشق و محبت کے یہ دعویدار ہیں ان کی کتابیں مطالعہ فرمائیں تاکہ عادات اور عبادات کے درمیان فرق کرسکیں۔

سنئے! شیخ احمد سرہندیؒ جنہیں یہ لوگ بھی مجدد الف ثانی تسلیم کرتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ عبادات پر اضافہ کرنے کو بدعت کہتے ہو کیونکہ اس مبارک زمانے میں نہ تھا تو موجودہ زمانے کے بہت ساری چیزیں جیسے مختلف قسم کے کپڑے ،شال،

اور کرتہ، شلوار وغیرہ جو مسلمانوں کے ہاں مستعمل ہیں کیسے جائز ہوئے؟ مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ :

بردو نوع است عبادت است یا برطریق عرف وعادت عملیکہ برسبیل عبادت بودہ خلاف آن را از بدعتہائے منکر میدانیم و در منع آن مبالغہ مینمائیم کہ احداث در دین است و آن مردود است، وعملیکہ بنا برعرف وعادت است خلاف آنرا بدعت منکر نمیدانیم و در منع آن مبالغہ نمی نمائیم کہ بدین تعلق ندارد وجود وعدم، آن مبنی بر عرف وعادت است نہ بردین وملت، چہ عرف بعضے بلاد خلاف عرف بعضے از بلاد دیگر است ۔ (مکتوبات امام ربانی ۔ دفتر اول حصہ چہارم ص ۲۲)

غور فرمائیے کہ حضرت مجدد صاحب ؒ نے دنیا کی چیزوں کو عادات فرماکر دین کی چیزوں سے علیحدہ فرمایا۔ کاش کہ مجدد وقت حضرت شیخ احمد سرہندی ؒ کے اس ملفوظ کو یہ لوگ ٹھنڈے دل سے بار بار پڑھیں۔ عبادت وعادت میں فرق سمجھیں اور امت کو غلط مبحث کے حیلہ کے ذریعے، سنن سے ہٹاکر بدعات کی کیچڑ میں نہ ڈالتے اور یوں سنت کی برکت سے امت کا اتحاد واتفاق برقرار رہتا ہے۔

؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مجدد صاحب ؒ نے شان مجددی کا حق ادا کرتے ہوئے کیسے صریح لفظوں میں دین میں محدث اور بدعت کو ''آن مردود است'' کہہ کر ولی کامل ہونے کا ثبوت دیا ہے اور دنیوی چیزیں جیسے کھانے پینے وغیرہ جن کے ذریعہ یہ لوگ مغالطے دیتے ہیں ان کے بارے میں کیسے صاف لفظوں میں فرمایا کہ ''وعملیکہ بنا بر عرف وعادت است بدین تعلق ندارد'' یعنی ان چیزوں کا تعلق عرف وعادت سے ہے دین میں ان کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا یہ بدعت نہیں ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ

شاید کوئی نادان یہ کہے کہ مروجہ صلوٰۃ وسلام یا عرس وغیرہ بدعات ومحدثات کو بھی عادات عرفیہ قرار کیوں نہیں دیا جاتا سو واضح رہے کہ ان کا عبادت ہونا خود شریعت سے ثابت ہے اس لئے صلوٰۃ وسلام کے تمام مسائل وفضائل بلکہ کیفیات اور اوقات تک مذہب اہل

سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اس لئے ان کو عادات نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ عبادات کو عادات کہنا اور درحقیقت اس کی عبادت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ نیز کیا یہ لوگ اپنے ان بدعات حسنہ کے بارے میں یہ برداشت کرلیں گے کہ ''بدین تعلق ندارد'' اور ''مبنی برعرف وعادت است'' نہ بردین وملت۔ اگر ان کے نزدیک بھی نہ توان چیزوں کا دین سے کوئی تعلق ہے اور نہ دین وملت کے حصے ہیں تو پھر مسلمانوں کو کیوں لڑایا جارہا ہے؟ ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

افسوس کہ عمر بھر اولیاء اللہ کے نام پر کھانے والے ایک طرف تو اپنے آپ کو بزرگان دین کے ماننے والے قرار دے رہے ہیں مگر دوسری طرف حضرت مجدد الف ثانی جیسے کامل ولی الہند کے ارشادات سے انحراف اور ہٹ دھرمی برت رہے ہیں۔ اگر علماء دیوبند سے تمہیں اللہ واسطے کا بیر ہے تو چلئے جن کو آپ بھی مجدد تسلیم کرتے ہیں ان کی اطاعت کرلیجئے مقصد تو بدعات سے بچنا ہے۔

الحکمة ضالة المؤمن این ما وجدها فهو احق باخذها — (الحدیث)

دادیم ترا از گنج مقصود نشانی

بدعت حسنہ کے نام پر نبی عربی ﷺ کی مبارک سنتوں سے منحرف ہونے والے اولیاء اللہ کے صاف ستھرے آئینہ میں ذرا اپنا عقیدہ مطالعہ کریں اور مجدد صاحب کی یہ عبارت بار بار پڑھیں۔

''سنت وبدعت ضد یک دیگراند وجود یکے مستلزم نفی دیگر یست''، یعنی سنت اور بدعت آپس میں مقابل ہیں۔ بدعت کا مان لینا سنت کی نفی کرنا ہے۔ پس عبادت راحسنہ گویند یا سیئہ مستلزم رفع سنت است۔ یعنی بدعت کو حسنہ کہے یا سیئہ بہرحال سنت کو ختم کرنے والی ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم ص ۶۴)

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است
ناز کی کے راست آید بار بباید کشید

بدعت حسنہ کی بحث :

عن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد.

یہ لوگ بدعت حسنہ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کاش کہ آپ علم منطق کا پہلا رسالہ "ایسا غوجی" پڑھ چکے ہوتے تو آپ کو کلی اور جزئی کا فرق معلوم ہوا ہوتا۔ مگر جن لوگوں کو نبی معصوم ﷺ صاحب وحی محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالیہ كل بدعة ضلالة پر اطمینان نہیں ہے اور وہ حیاء کے پردے چاک کرتے ہوئے بدعات کو حسنہ سمجھنے کے قائل ہوں وہ کبھی بھی قاعدہ کلیہ کو نہیں سمجھیں گے۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب :

اہل بدعت کو جب قرآن وسنت میں کوئی چیز نہیں ملتی تو حضرت فاروق اعظمؓ کا جملہ جو انہوں نے تراویح کے بارے میں فرمایا تھا "نعمت البدعة هذه" سو گزارش ہے کہ اولاً تو تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے اہل سنت کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وهي سنة رسول الله ﷺ وقيل هي سنة عمرؓ والاول اصح. (عالمگیری ج-۱ ص ۱۱۶)

یعنی حق اور صحیح یہ ہے کہ بیس رکعات تراویح باجماعت بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ سنت رسول ﷺ کو کیسے بدعت کہا جاسکتا ہے بلکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لئن كانت هذه بدعة لنعمت البدعة — یعنی اس سنت رسول ﷺ کو کوئی

بدعت سمجھے تو پھر یہ بہترین عبادت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدعت ہے ہی نہیں۔ یہ روایت کنز العمال میں بخاری کے باب خلق الافعال میں 'اور جعفر فریابی کی سنن میں' اور اسی طرح ابن سعد 'اور ابن نصر' کے ہاں موجود ہے گویا اس کی مثال ایسی ہوئی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل ان كان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدين یعنی کہدو کہ اگر اللہ رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرتا۔ تو جیسا کہ اللہ رحمٰن کی کوئی اولاد نہیں ہوسکتی کوئی سنت بدعت نہیں ہوسکتی۔

رسول کریم ﷺ نے تو ارشاد فرمایا ہے عليكم بسنتي وسنة الخلفا الراشدين — یہ روایت صحاح ستہ کی اکثر کتابوں میں ہے گویا حضور علیہ الصلوة والسلام نے خلفاء راشدین کے طریقے کو بھی سنت کہا ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کی بات بطور تمثیل کے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے نماز تراویح کو سنت و مستحب فرمایا ہے "بدعت نعمت" کی اصطلاح کہیں نہیں ہے۔ جو حضرات جیسے عز ابن عبدالسلام وغیرہ بدعت حسنہ کی مثالیں دے چکے ہیں وہ صرف لغوی اور سطحی طرز کی تقسیم ہے ورنہ وہ حضرات بھی کل كل بدعة ضلالة کو عام قانون سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے دین میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔ حافظ تقی الدین ابن دقیق العید نے کیا خوب لکھا ہے "ورد بمعناه علي حقيقتها من العموم" (احکام الحکام جلد ۲ ص ۱۲۲) آگے فرماتے ہیں وقسمة البدعة الي الاقسام المذكورة والي الحسنة والسيئة ليس عليها اثارة من علم لانه لم يرد دليل دال عليها ولم يرح حديث ورد في هذا الباب رائحة القسمة قط۔ (حوالہ بالا)

یعنی بدعت کی تقسیم اور حسنہ اور سیئہ کی باتوں میں علم کی بو بھی نہیں کیونکہ نہ تو کوئی ایسی دلیل ہے اور نہ حدیث رسول ﷺ جس میں بدعت کی قسمیں کی گئی ہوں بڑی تفصیل سے لکھنے کے بعد مزید فرماتے ہیں۔

ومن ثم أنكر الراسخون في العلم الكتاب و السنة تقسيم البدعة الي الأقسام. (احکام الاحکام جلد-۲ ص ۱۲۲)

یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کا صحیح اور راسخ علم عطا فرمایا ہے' وہ بدعت کی تقسیم کا انکار کرتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ بدعت' بدعت ہی ہوگی کائنا ما کان ومن کان و این ما کان و کل بدعة ضلالة علي اطلاقها یعنی بدعت جیسی بھی ہو اور جہاں کہیں بھی ہو وہ گمراہی ہوگی کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے یہ حدیث عام ہے۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ بدعت کو حسنہ کہتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو اپنے صحیح معنی سے اور حقیقی بنیادوں سے ہٹاتے ہیں دَعت اليه اهو الهم من غير دليلٍ لا من قرآن ولا من سنة ولا من اجماعٍ ولا من قياسٍ جلّي ويعتريه شبهة' یعنی جو لوگ بدعتوں کو اچھا کہتے ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی کوئی دلیل ہے نہ سنت کی نہ اجماع کی اور نہ صاف ستھرے قیاس کی' مزید فرماتے ہیں۔ وحديث الباب حجة نيرة علي كل قائل بالتقسيم و الانواع یعنی حدیث رسول ﷺ بدعت حسنہ وغیرہ کے قائلین کے خلاف ایک روشن دلیل ہے۔

وهذا الحق اليس به خفاء : ندعني عن بينات الطريق

اولیاء اللہ نے بھی ہمیشہ بدعتوں کے خلاف جدوجہد فرمائی ہے' اولیاء ہند کے تاجدار جن کو مجددیت کا منصب عظمیٰ نصیب ہوا ہے وہ کیا خوب فرماتے ہیں گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است حسنہ وسیئہ یعنی کہنے والے کہتے ہیں کہ بدعتوں میں بھی اچھی اور بری ہوتی ہے۔

این فقیر در ہیچ بدعتے ازین بدعتہا حسن ونورانیہ مشاہدہ نمیکند وجز ظلمت وکدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطہ ضعف بصارت بطراوت ونضارت نبیند فردا کہ حدید البصر گردند دانند کہ جزء خسارت وندامت نتیجہ نداشت :

ترجمہ : یعنی اس فقیر (مجدد صاحب) کے نزدیک بدعات میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت نہیں دکھائی دیتی اور سوائے اندھیرے اور بربادی کے بدعت میں اور کچھ بھی نظر نہیں آتا اگر آج بدعتیوں کی بینائی کمزور ہے اور وہ بدعت کو عمدہ اور اچھا دیکھتے ہیں تو کل قیامت کے دن جب کہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی تو سوائے بربادی اور شرمندگی کے اور کچھ نہ ہوگا۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

مجدد صاحب مزید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی فرمایا ہے پس معنی حسن دبدعت چہ بود' مزید لکھتے ہیں کہ حدیث تخصیص بہ بعض ندارد پس ہر بدعت سیئہ بود یعنی حدیث میں بدعت حسنہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے' پس ہر بدعت بری ہی ہوگی۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جن کا نام بدعت حسنہ رکھا گیا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی سنت کو ختم کرنے والی ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ سوئم ص ۷۲-۷۳)

"بدعت کا معنی و مفہوم"

بدعت لغت میں ہر نوجود چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ہر اس عمل کا نام ہے جس کا داعی یعنی کرنے کی وجہ خیر القرون میں پائی گئی ہو اور دین سمجھ کر نہ کیا گیا ہو بعد میں کر لیا جائے یہ بدعت کہلاتی ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں دین دشمنی کا نام ہے خیر القرون تین زمانوں کا نام ہے جن میں سب سے پہلا اور مقدس نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہے اور دوسرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ ہے اور تیسرا تابعین ومجتہدین ومحدثین کا زمانہ ہے۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

خير القرون قرني ثمّ الذين يلونهم ثمّ الذين يلونهم
الحديث - مشکوۃ وغیرہ۔

اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے تین زمانوں کو بہترین زمانہ قرار دے دیا ہے۔

علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان تینوں زمانوں میں خیر غالب رہے گا اور اصولی طور پر دین میں کوئی کمی وبیشی نہیں کی گئی۔ محدثین ان کو ازمنہ المشہود لھا بالخیر یا خیرالقرون کہتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ علماء حدیث رجال کی کتابوں میں ان تینوں زمانوں کو متقدمین کا دور کہتے ہیں' حافظ شمس الدین ذہبی ؒ فرماتے ہیں۔

"فالحد الفاصل بين المتقدم والمتاخر هو رأس سنة ثلثمائة" میزان الاعتدال (ج۱ ص ۴)

بدعت کی مذکورہ تعریف علامہ شاطبی ؒ نے اپنی کتاب الاعتصام کی (ج ۱ ص ۳۶-۳۷) پر فرمائی ہے۔ اس تعریف کے پیش نظر مروجہ بدعات با آسانی سمجھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً صلوٰۃ وسلام کا داعی (پڑھنے کی وجہ) قرآن کریم کی آیت ہے اور احادیث مبارکہ جو درود شریف کے بارے میں آئی ہیں' نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اذان بھی ہوتی تھی۔ الغرض صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی وجوہات موجود تھیں مگر نہ تو دعا میں ان اللہ وملئکتہ کی آیت کبھی بھی پڑھی گئی حالانکہ صحابہ کرام ؓ اور خیرالقرون کے مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ دعاؤں میں درود شریف پڑھنا دعا قبول ہونے اور ثواب حاصل کرنے کا عظیم ذریعہ ہے' لہٰذا جو لوگ دعاؤں میں اہتمام کے ساتھ درود والی آیت پڑھتے ہیں وہ دین کے اندر ایک بدعت کا گناہ کرتے ہیں افسوس کہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری اور معافی مانگنی ضروری ہوتی ہے مگر اب دعائیں بھی بدعت جیسے عظیم گناہوں کے ساتھ مانگی جاتی ہیں۔

اسی طرح اذان سے پہلے یا اذان کے بعد باوجود وجہ موجود ہونے کے خیرالقرون کے مؤذنوں نے صلوٰۃ وسلام با آواز بلند کبھی نہیں پڑھا' لہٰذا اذان سے پہلے یا اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت اور گناہ ہے اسی طرح محفل میلاد شریف کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہے اور اس دن کی بزرگی' شرافت اور خیروکمال صحابہ کرام ؓ اور خیرالقرون کے مسلمانوں کو زیادہ معلوم تھا مگر انہوں نے ان تاریخوں میں میلاد کے نام سے کوئی محفل نہیں لگائی لہٰذا مروجہ محافل میلاد بھی بدعت ہیں ورنہ دینی مجالس منعقد کرنا صحیح البخاری کی کتاب العلم کے روایت کے مطابق صحابہ کرام ؓ منعقد کرتے تھے اس لئے محفل میلاد پر دوسرے دینی جلسوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یا تو ان کا ثبوت

خیرالقرون میں مل رہا ہے اور یا ان کے انعقاد کی وجہ ہی ان زمانوں میں موجود نہ تھی اس لئے وہ بدعت کی تعریف ہی میں داخل نہیں۔

طرفہ تماشہ

موجودہ زمانہ کے میلاد خوانوں نے بخاری کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے چونکہ یہ بہت ہی دلچسپ بات ہے اس لئے لکھ دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب نے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر سنی تو اس نے خوشی میں اپنی ایک کنیز کو آزاد کر دیا' لہٰذا مجلس میلاد کا انعقاد ثابت ہوا'

شاید اللہ تعالیٰ اہل بدعت کو اپنے اعمال کی سزاؤں میں سے کچھ حصہ دینا چاہتے ہیں اس لئے علماء دیوبند جیسے پکے اور سچے اہل سنت کو وہابی کے لقب سے داغدار کرنے کی پاداش میں ان کو بھی بنایا جارہا ہے ورنہ ابولہب کے فعل سے استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ذالك عذاب الادني والعذاب الآخرة اكبر لو كانوا يعلمون

کیونکہ صحابہ کرام ؓ اور خیرالقرون کے مسلمانوں نے بلکہ چھ سو سال تک کسی بھی مسلمان نے ابولہب کی یہ تقلید نہیں کی ورنہ اہل بدعت کے چھوٹوں اور بڑوں سب کو چلینج ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کیا اس تاریخ کو کسی صحابی نے بھی خوشی میں یہ غلام یا کنیز آزاد کی ہے؟ اور کیا امام ابوحنیفہ ؒ اور امام بخاری ؒ وغیرہ آئمہ فقہ وحدیث اور بزرگان اہل سنت نے بھی کبھی اس تاریخ کو منایا ہے؟ ومن ادعي فعليه الاثبات.

لطیفہ تحقیق

۱۲ ربیع الاول بالاتفاق تاریخ وفات ہے اور ولادت باسعادت کی تاریخ صحیح قول کے مطابق ۹ ربیع الاول ہے اس لئے آج تک مسلمانوں میں ۱۲ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر موجودہ زمانے میں یہ لوگ بارہ وفات ہی کو یوم ولادت مناتے ہیں گویا عاشقان رسول ﷺ اپنے نبی ﷺ کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں۔

نہ پہنچ سکے گا کبھی منزل حقیقت پر
صراط عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

تاریخ ولادت کی صحیح تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو۔ مقالات الکوثری (ج اول ص ۵۰۱) (سیرت النبی ﷺ ج اول ص ۱۷۲) صحابہ کرام ؓ اور خیرالقرون کے مسلمانوں کو اولیاء اللہ بلکہ انبیاء اللہ سے بہت بڑی عقیدت اور عشق تھا انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اولیاء اللہ اور پیغمبروں کی زندگیوں کا بیان بڑا مبارک اور روح پرور ہے اور ان کو یہ بھی خوب معلوم تھا کہ مومن کو قبر میں کامیابی پر ”نم کنومۃ العروس“ کہا جاتا ہے مگر ان بزرگوں نے عظیم عشق اور محبت کے باوجود کسی ولی اللہ کا تو درکنار کسی نبی اللہ بلکہ سید المخلوقات رسول اللہ ﷺ کا بھی عرس نہیں منایا لہٰذا عرس منانے والے بھی ارتکاب بدعت کرتے ہیں۔ ان مختصر سی مثالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جس عمل کی بھی وجہ خیرالقرون میں پائی گئی اور انہوں نے دین سمجھ کر اس کو نہیں کیا بعد میں کرنے والے بدعت کریں گے۔

اہل بدعت کے مغالطے اور ان سے بچنے کے طریقے

یہ حضرات جب اہل سنت کے براہین و دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو سادہ مسلمانوں کو مغالطہ دینا شروع کر دیتے ہیں‘ مثلاً لاؤڈ اسپیکر کا استعمال‘ مدارس دینیہ کا قیام‘ دینی کتب کی تدوین اور قرآن و حدیث کی طباعت وغیرہ یہ لوگ انہیں بدعت ظاہر کرتے ہیں جو کہ سب مسلمانوں کے ہاں قابل عمل ہیں۔ اس کے اصولی جوابات حافظ تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب احکام الاحکام (ج۔۱ جز ۲ ص ۱۲۲) پر دے چکے ہیں۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب کام خیرالقرون میں ہوچکے ہیں نبی کریم ﷺ قرآن کریم کی سورتیں اور آیتیں صحابہ کرام ؓ سے لکھواتے تھے‘ خود صحابہ کرام ؓ نے بالاتفاق جمع قرآن اور تدوین حدیث کا کام کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ کے پاس احادیث مبارکہ کا ایک مجموعہ تھا اور اس کا نام ”الصادقہ“ تھا نبی کریم ﷺ سے صحابہ ؓ قرآن و سنت سیکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرۃ ؓ دن رات صحیحین کی روایات کے مطابق اور دیگر حضرات جن کی تعداد گھٹتی بڑھتی تھی ایک ایک وقت میں دو سو اور چار سو تک حضرات پڑھنے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ آپ جس چبوترے پر بیٹھ کر انہیں پڑھاتے

تھے وہ صفہ کہلاتا ہے گویا صحابہ کرام ؓ طالبان دین‘ حضرت پاک ﷺ استاذ اعظم فداہ ابی امی اور آپ کے مدرسے کا نام صفہ ہوا گویا صفۃ العلوم کی بنیاد صاحب وحی ﷺ خود قائم فرما چکے ہیں گویا دینی مدارس کا ثبوت خیرالقرون سے موجود ہے باقی دنیا کی چیزیں اگر دین کے لئے استعمال کی جائیں اور کرنے والے کی نیت اچھی ہو تو وہ جائز اور باعث ثواب ہے جیسے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال‘ وہ بدعت کی تعریف میں نہیں آتی ہیں کیونکہ بدعت کی تعریف تو یہ ہے کہ۔

طریقة في الدين مخترعة تضا هي الشرعية الخ۔ (کتاب الاعتصام ج۔۱ ص ۳۷)

یعنی دین میں نیا طریقہ نکالا جائے دنیا کی چیزیں ہرگز بدعت کے تحت نہیں آتی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے اپنے ایک مکتوب میں اس فرق کو بڑے عمدہ اور روشن طریقے سے بیان کیا ہے‘ ملاحظہ ہو۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم ص ۲۲)

تفصیلات کے لئے علماء دین کتاب الاعتصام علامہ شاطبی ؒ کی ملاحظہ فرمائیں۔ اردو بولنے والے حضرات کے لئے محقق سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ”راہ سنت“ کا مطالعہ مفید ہوگا جو اللہ جل جلالہ کا ایک احسان ہے۔ مولانا موصوف بلاشبہ اس وقت کے امام اہل سنت‘ وکیل اہلسنّت اور محسن اہل سنت کے مقام پر فائز ہیں۔ بارك الله في حياته الميمونه۔

ایک علمی مغالطہ اور اس کا ازالہ

شاید کوئی یہ کہے کہ بعض حضرات بدعت کی اقسام مانتے تھے جیسے عز بن عبدالسلام ؒ حضرت ملا علی قاری ؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ وغیرہ چند اور بزرگ! تو اگرچہ حافظ تقی الدین ابن دقیق العید ؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندی ؒ مجدد الف ثانی ؒ ایسی بدعتوں کی قرآن و حدیث و اجماع امت کی روشنی میں تردید کر چکے ہیں‘ جیسا کہ یہ حوالہ گزر گیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے بھی حدیث كل بدعة ضلالة کو قاعدہ کلیہ کہا ہے۔ جیسا کہ باحوالہ گزر گیا۔

قاعدہ کلیہ کے بعد بدعت کا کوئی فرد بھی جائز نہیں ہوسکتا مگر مکرر عرض ہے کہ جن

چیزوں کو بدعت حسنہ یا مندوبہ یا مباحہ بلکہ واجبہ تک کہا گیا ہے۔ حقیقت میں ان میں سے ایک بھی سرے سے بدعت ہی نہیں ہے۔ مثلاً بدعت واجبہ کی مثال علم النحو وغیرہ سیکھنا لکھا ہے حالانکہ تاریخ نحو کی تمام کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ نحو کا بانی ابوالاسود الدئلی ہے جو حضرت علی ؓ یا حضرت عمر ؓ کے شاگرد تھے اور کل فاعل مرفوع و کل مفعول منصوب وغیرہ اصطلاحات وہی حضرات مقرر کر چکے ہیں، کیونکہ ان چیزوں کی خیرالقرون میں جب وجوہات پائی گئیں تو ان پر عمل کر لیا گیا لہٰذا اشتغال بالنحو بدعت ہی نہیں اسی طرح بدعت مندوبہ میں اجتماع تراویح بنائے مدارس، کلام صوفیاء اور مجلس مناظرہ وغیرہ لکھا گیا ہے حالانکہ یہ سب کام خیرالقرون میں ہو چکے ہیں تراویح بالجماعت سنن بیہقی کی روایت کے مطابق خود نبی اکرم ﷺ بیس رکعات پڑھا چکے ہیں اور پھر حضرت فاروق اعظم ؓ کے دور خلافت میں تو اس پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے گویا یہ بدعت ہی نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ ؓ ہیں۔ تفصیلات اقسام کے لئے ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری ج-۱۳ ص ۲۱۳، احکام الاحکام ج-۱ جز ۲ ص ۱۲۲)

سلاسل صوفیاء کی تو بنیاد ہی حضرت علی ؓ اور حضرت حسن بصری ؒ نے ڈالی ہے ملاحظہ ہو سلاسل اولیاء اور لمعات التصوف وغیرہ۔ بنائے مدارس کے بارے میں صفۃ العلوم کا ذکر ابھی بھی گذر چکا ہے خود امام مالک ؒ جو خیرالقرون کے زمانے کے ہیں جن کے درس میں بیک وقت ہزاروں علماء جیسے امام شافعی ؒ اور امام محمد ؒ وغیرہ موجود تھے الغرض مدارس اسلامیہ کا وجود خیرالقرون میں بطریق اتم موجود تھا۔

مجلس مناظرہ کا ثبوت قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ اور تعامل خیرالقرون سے ہے چنانچہ حضرت ابراہیم ؑ کا مناظرہ اپنے زمانے کے کافر کے ساتھ، حضرت موسیٰ ؑ کا مناظرہ فرعون وقت کے ساتھ، اور نبی کریم ﷺ کا مناظرہ بلکہ مباہلہ وفد نجران کے ساتھ قرآن کریم میں موجود ہیں۔ حضرت علی ؓ کے حکم سے حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے خوارج سے مناظرہ کیا۔ جس کا موضوع ان الحکم الا للہ تھا پھر خیرالقرون کے متکلمین اور محدثین کے مناظرے اتنے کثرت سے واقع ہوئے کہ آج بھی بفضلہ تعالیٰ وہی اصول ہمارا مقتداء ہیں ومنشاء فلیخرج قرنہ الینا ملاحظہ ہو الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔

کیا بدعت حسنہ قابل عمل ہوتی ہے؟

بعض اہل بدعت اس مغالطے میں ہیں کہ اگرچہ صلوٰۃ وسلام وغیرہ بدعت ہے مگر کچھ لوگوں نے تو اس کو بدعت حسنہ بھی کہا ہے لہٰذا اس پر عمل ہو سکتا ہے یہ وسوسہ شیطان ہے جس میں اچھے خاصے غزالیوں کو مبتلا دیکھا گیا ہے اس لئے عرض ہے کہ خدارا فکر آخرت سامنے لائی جائے اور یوم یقوم الناس لرب العالمین کو ملحوظ رکھا جائے اور پھر سوچا جائے کہ نام تو اہل سنت ہے اور اصرار بدعت کے کرنے پر ہے؟

ے این چناں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

دوسری بات جو حضرات فقہاء حنفیہ بالاتفاق لکھ چکے ہیں کہ اگر کسی عمل کے بارے میں یہ تردد ہو کہ آیا یہ سنت ہے یا بدعت تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سنت کو بھی ترک کرنا ضروری ہے تاکہ بدعت جیسے گناہ سے حفاظت ہو جائے، کیونکہ بدعت سے بچنا فرض ہے ملک العلماء علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی جو فریقین کے ہاں مسلمہ حنفی محقق فقیہ ہیں وہ لکھتے ہیں

والفعل اذا تردد بين السنة والبدعة تغلب جهة البدعة لان الامتناع عن البدعة فرض ولا فرضية في تحصيل السنة او الواجب بدائع الصنائع. (بدائع الصنائع ج-۱ ص ۲۰۴ سطر ۱۹-۲۰)

ترجمہ: یعنی فعل جب سنت اور بدعت کے بیچ میں آ گیا تو بدعت کی جہت غالب ہوگی کیونکہ بدعت سے بچنا فرض ہے اور سنت اور واجب کا انجام دینا فرض نہیں ہے۔

بریلوی حضرات کو ٹھنڈے دل سے ضد اور تعصب سے ہٹ کر سنی مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ کس تباہ کن دلدل میں امت کو ڈالا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہ سے گمراہ آدمی کو بھی سنت رسول ﷺ کی برکت سے ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔

کیونکہ یہ اصل تو کسی ایسے عمل کے بارے میں ہے جو سنت اور بدعت کے درمیان

اختلافی ہو۔ یہاں تو کیفیت یہ ہے کہ جن چیزوں کو ہم بدعت کہتے ہیں جیسے مروجہ صلوٰۃ وسلام، یہ حضرات بھی اسے بدعت مانتے ہیں تب تو حسنہ کی قید لگاتے ہیں سنت اس کو یہ بھی نہیں سمجھتے ہیں انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بدعت سے بچنے کے لئے سنت چھوڑنے کا حکم ہے تو بدعت حسنہ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے کیونکہ سنت جیسی مرتبت تو بدعت حسنہ کی ہرگز نہیں ہوسکتی علاوہ ازیں اس نزاع کو اس طرح بھی ختم کیا جاسکتا ہے کہ ایک فریق ہے جن کی ساری کوشش بدعتوں کو زندہ کرنا اور بدعتوں پر جان دینا ہے دوسرا فریق وہ ہے جو بدعتوں سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے اب اہل سنت والجماعت ان دونوں میں سے کون سا فریق ہے، علامہ ابن کثیر جو قرآن وحدیث وتاریخ کے مسلمہ امام ہیں ان کے الفاظ میں اہل سنت کی نشاندہی سن لیجئے وہ سورۂ احقاف پارہ آیت ۲۶ لو کان خیرا ما سبقونا الیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وأما اهل السنة والجماعة فيقولون في كل وقوع لم يثبت عن الصحابة ﷺ هو بدعة لأنه لو كان خيراً لسبقونا اليه لأنهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير الا وقد بادروا اليها. (تفسیر ابن کثیر ج-۴ ص ۱۵۶ مختصر تفسیر ابن کثیر ج-۳ ص ۳۱۸)

پس اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو ہر ایسے قول وفعل کو جو صحابہ کرام ﷺ (خیرالقرون) سے ثابت نہ ہو اس کو بدعت کہتے ہیں کیونکہ اگر یہ قول وفعل کسی خیر کا ہوتا تو وہ ضرور اس کو کرچکے ہوتے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی خیر اور نیک عمل نہیں چھوڑا (بنیادی طور پر) بلکہ انہوں نے خیر اور نیکی کے تمام اعمال (اصولی طور پر) انجام دیئے ہیں۔

لیجئے حافظ ابن کثیرؒ تو اہل سنت والجماعت ان لوگوں کو قرار دیتے ہیں جو کہ خیرالقرون کے بعد نومولود چیزوں کو بدعت کہتے ہیں مگر زمانے کا انقلاب دیکھئے کہ آج جو فریق اذان سے لے کر نماز ودعا تک اور اعمال سے لے کر عقائد تک بدعات میں لت پت ہیں وہ اہل سنت بنے بیٹھے ہیں اور جو بدعات کے مقابلے میں صحابہ کرام ﷺ اور خیرالقرون کے تعامل کو معیار عقیدہ وعمل ٹھہراتے ہیں ان کو وہابی کہتے ہیں۔ ○

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

علامہ شاطبیؒ عز ناطی نے کیا خوب لکھا ہے کل مبتدع يدعي أنه هو صاحب السنة دون من يخالفه (کتاب الاعتصام ج-۱ ص ۲۲۰) یعنی ہر بدعتی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ بس وہی سنی ہے اور جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اہل سنت نہیں ہیں۔

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

بریلوی مکتبہ فکر کی خدمت میں ایک سادہ سی گزارش! مندرجہ بالا تفصیلات اور دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ اہل سنت کی یہ امتیازی شان ہے سنت کو اپنانا اور بدعات کے خلاف کرنا اور جب ایک فریق صاف صاف کہہ رہا ہے کہ وہ بدعات پر عمل پیرا ہے تو اب ان کے اس اقرار کے بعد تو اسے سنی نہیں، بلکہ بدعتی کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ بات وہ تسلیم کرچکے ہیں کہ مروجہ بہت سارے عقائد واعمال وہ بدعت کرتے ہیں ہاں اتنا ضروری ہے کہ وہ بدعت کو حسنہ سمجھتے ہیں اور اہل حق ان کے ان اعمال کو بدعت سیئہ کہتے ہیں اور ہم ان کے اعمال کو بدعت اور کرنے والوں کو بدعتی کہہ سکتے ہیں ہاں ہم سیئہ کا لفظ بدلیں گے نہیں وہ حسنہ کا لفظ بولنے کی زحمت نہ کریں دل میں نیت کریں کہ بدعت حسنہ کررہے ہیں لہٰذا یہ ایک نزاع تو بڑے آرام سے طے ہوجائے گا کہ وہ سنی نہیں بدعتی ہیں مگر حسنی ہیں۔

کل میاں حجام جہاں مونڈھتا تھا اوروں کا سر
آج اسی کوچہ میں خود اس کی حجامت ہوگئی

اور اگر یہ لوگ نہ مانیں تو پتہ چلا کہ دل میں یہ بھی مانتے ہیں کہ بدعت خلاف سنت عمل کا نام ہوتا ہے اور اس کے کرنے والے اگرچہ حسنہ کی نیت کرلیں تو سنی نہیں کہلائے جاسکتے بلکہ بدعتی کہلائیں گے۔

تو حضرات! جن کا ظاہر وباطن ایک نہ ہو وہ کیسے سچے مومن ہوسکتے ہیں؟

يقولون بألسنتهم ما ليس في قلوبهم

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر جو پھینکے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے!

اسلام میں مجدد کا مقام اور پروگرام

جو حضرات ہماری یہ گذارشات پڑھیں گے ان پر عیاں ہو گا کہ ہم نے بدعات کے رد میں حضرت شیخ احمد سرہندی ؒ المعروف بہ مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریف کے حوالے بکثرت دیئے ہیں شاید بعض دوستوں کو مجدد کے بارے میں پوری معلومات نہ ہوں اس لئے مختصراً عرض ہے کہ سنن ابوداؤد کے اندر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے۔
ان الله عز وجل يبعث لهذه الامة علي راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها (رواہ ابوداؤد مشکوۃ شریف ج-۱ص ۳۶) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے آغاز میں ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جو اس امت کے دین کو نئے سرے سے پیش کرے یعنی گذرے ہوئے سو سال میں جتنی بدعات اور محدثات دین میں پیدا ہوئی ہوں ان سب کے مقابلے میں سنت کو زندہ کریں گے واضح رہے کہ بعض لوگوں نے علي راس كل مائة سنة کا ترجمہ ہر صدی کے آخر سے کیا ہے کیونکہ ایک صدی کا آغاز گذری ہوئی صدی کا آخر ہوتا ہے۔ چونکہ حدیث میں سنت کو زندہ کرنے کے لئے من يجدد کا لفظ آیا ہے اس لئے اس مبارک ہستی کا نام امت کے ہاں مجدد پڑ گیا۔

تاریخ میں حضرت عمر بن عبد العزیز ؒ سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی تک مجدد دین کا یہ سلسلہ جاری رہا مگر کوئی ایک بزرگ بھی مجدد کے نام سے اتنے معروف و مشہور نہیں ہوئے جتنے حضرت مجدد صاحب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی کے اصل نام کے بارے میں بہت کم لوگوں کو علم ہے بلکہ آپ کا نام گرامی ہی مجدد بن چکا ہے۔ حضرت نے پوری زندگی جو تجدیدی کارنامے انجام دیئے ہیں۔

ان میں سے سب سے بڑا کارنامہ خاندان مغلیہ کے فرعون وقت جلال الدین اکبر کے گھڑے ہوئے دین الٰہی کو ختم کرنے کا ہے۔ تاریخ ہند کا مطالعہ کرنے والا کوئی بھی شخص

اس سے بے خبر نہیں ہو گا کہ دین الٰہی کو قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں ارض ہند سے ختم کرنا ہی وہ کارنامہ تھا جس کی بدولت حضرت مجدد مانے گئے۔

آپ کا دوسرا عظیم کارنامہ بدعات کی بیخ کنی ہے جن میں سے بدعت حسنہ کے خلاف آپ نے جو راست اقدامات فرمائے ہیں وہ بھی آپ کے تجدیدی کام کا درخشاں باب ہے زمانوں کے گذرنے سے جہاں بہت ساری خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں ان میں سے ایک خرابی بدعت حسنہ کی اصطلاح تھی جس کو آپ نے فراست ولایت اور نور ایمان سے تاڑ لیا اور صرف یہ نہیں کہ بدعت حسنہ کی اصطلاح سے انکار فرمایا بلکہ آپ نے ٹھوس دلائل اور پوری زندگی کے مساعی کے زور سے نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک كل بدعة ضلالة کو اپنے تجدیدی کام کا معیار بنایا اور واشگاف لفظوں میں بدعت خواہ حسنہ ہو یا سیئہ سنت کے خلاف بغاوت اور دشمنی ثابت فرمایا آپ کی وہ وصیت جو علماء اور مشائخ اہلسنّت کے نام آپ نے فرمائی تا ابد نشان رہے گی کہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن سنت کی لاج رکھتے ہوئے بدعت کو کبھی حسنہ نہ فرمائیں اور نہ ایسا فتویٰ دیں۔

> چنانچہ فرماتے ہیں "علماء وقت را حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ توفیق دہاد کہ بحسن ہیچ بدعت لب نہ کشایند وباتیان ہیچ بدعت فتویٰ نہ دہند اگر آں بدعت در نظر شان در رنگ فلق صبح روشن در آید"۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوئم حصہ ششم ص ۵۷)

یعنی علماء دین کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ کسی بھی بدعت کو حسنہ ہرگز نہ کہیں اور نہ بدعت حسنہ کے فتوے دیں اگرچہ بدعت بظاہر صبح صادق کی طرح چمکتی ہوئی کیوں نہ نظر آئے۔ آگے فرماتے ہیں "چہ تسویلات شیطان را در ماورائے سنت سلطان عظیم است" یعنی یہ سب کچھ شیطان کا دھوکہ ہو گا ورنہ بدعت کبھی حسنہ نہیں ہو سکتی کیونکہ نبی ﷺ فرما چکے ہیں كل بدعة ضلالة کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مجدد سے متعلق اس حدیث کی شرح میں تمام شراح حدیث نے یہ لکھا ہے کہ مجدد سنت کو زندہ کرے گا اور بدعت مٹائے گا۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ بہت ہی روشن ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ تحریر لکھتے وقت تک ہمیں کوئی بھی ایسا مسلمان معلوم نہیں ہے جس کو حضرت بطور مجدد کے تسلیم نہ ہوں، آپ کا یہ اتفاقی مقام اس بات کا متقاضی ہے کہ بدعت حسنہ کے بہانے سنتوں کو

مزید تباہ نہ کیا جائے کیونکہ حضرت مجدد" صاحب تو ان اوہام اور مغالطوں کو زائل کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اب آپ کو مجدد ماننا اور پھر بعض لوگوں کی ان باتوں پر باور کرنا کہ "وہ نیک بات اگرچہ بدعت ونو پیدا ہو اسکا کرنے والا سنی ہی کہلائے گا نہ بدعتی نیز ہر اچھی بدعت سنت میں داخل ہے اور قیامت تک نئی نئی نیک باتیں پیدا کرنے کی اجازت ہے"
(ملاحظہ ہو فتاویٰ افریقہ ص ۱۱۳-۱۱۴ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی)

یہ دو متضاد نظریئے ہرگز جمع نہیں ہوسکتے اور چونکہ مجدد صاحب "متفق علیہ مجدد ہیں اور حضرت کی مقتضائے حدیث ذمہ داری یہی تھی کہ دین میں نومولود چیزوں کو رد کر دیں اور حضرت نے یہ فریضہ منصبی بڑی خوش اسلوبی سے ادا فرمایا تو یہ جہاں تک حضرت مجدد صاحب" کے مجدد کامل ہونے کی دلیل ہے وہاں قیامت تک دین میں نئی نئی چیزوں کو داخل کرنے والوں اور ان بدعات کی ترویج کرنے والوں کے جھوٹا ہونے کی بھی بڑی وزنی دلیل ہے۔

مجدد صاحب" نے علماء دین کو وصیت فرماتے ہوئے یہ دعا فرمائی ہے کہ وہ بدعات کو حسنہ کہنے سے پرہیز کریں۔ الحمد للہ مجدد صاحب جیسے ولی کامل کی یہ دعائے توفیق جن لوگوں کو نصیب ہوئی ہے وہ بدعات کو حسنہ کہنے کے مقابلے میں سنتوں کا حسن و نور بیان فرماتے ہیں اور جو لوگ انبیاء اور اولیاء سے کٹ چکے ہیں وہ دین میں نئی نئی چیزوں کو داخل کرنا عبادت اور سنت سمجھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بدعتیوں کو جو بددعائیں فرمائی ہیں ان کے مصداق بن رہے ہیں۔ اب قارئین حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ حق پر کون ہیں اور باطل پر کون اور سنی کون ہے اور بدعتی کون؟

ولا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاء هم البینات و اولئک لهم عذاب عظیم.

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے دین میں تفرقہ اور اختلاف کیا، حالانکہ ان کے پاس روشن دلائل آچکے تھے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو بڑا عذاب ہوگا۔

ہماری اس تحریر کے وقت رابطہ عالم اسلامی جو دنیا کے بہت سارے علماء پر مشتمل ایک دینی تنظیم ہے اس کی طرف سے ممالک اسلامیہ سے یہ سفارش کی گئی کہ اذان کے اول

و آخر میں جو الفاظ صلوٰۃ وسلام کے ایجاد کیے گئے ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ وزارت اوقاف نے اس سرکلر کو مساجد اوقاف کے نام روانہ کر دیا مگر افسوس کہ اس ایمان افروز اور نظریات اہل سنت کے نمائندہ سرکلر کو بعض ذمہ داران حکومت نے عملی جامہ پہنانے کے بجائے پرلے درجے کی مداہنت اور فرائض منصبی کی ادائیگی سے غفلت برتنے کا ثبوت دیا، حالانکہ اولاً تو جو حکومت اپنے آپ کو اسلامی کہلانے کی دعویدار ہو قرآن وسنت اور چودہ سو سال کے متفقہ تعامل امت کی روشنی میں اس کا فرض ہے کہ وہ بدعات پر سخت قسم کی پابندیاں لگائے اور اس سلسلے میں کسی لچک آمیز رویے کو اپنائے بغیر اللہ کی مدد ونصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے اہل بدعت کے حوصلوں کو توڑ کر رکھ دیتی کیونکہ مسلمانوں کے دنیوی مسائل سے بڑھ کر دینی مسائل کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت اسلامیہ پر عائد ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

الذین ان مکنٰهم فی الارض اقاموا الصلوٰة واٰتوا الزکوٰة وأمروا بالمعروف ونهوا عن المنکر ولله عاقبة الامور – (سورۃ الحج)

ترجمہ: یعنی کہ جن لوگوں کو ہم نے زمین میں حکومت واختیار دیا ہے انہوں نے نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ کو قائم کرنا ہے اور نیکی کی تلقین اور برائیوں کے خلاف سینہ سپر ہونا ہے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے حوالے ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے و المراد من هذا تمکن السلطنة ونفاذ القول علی الخلق. (تفسیر کبیر پارہ ۱۷ سورۃ حج ص ۴۱)

یعنی آیت میں سلطنت وحکومت کی ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں جس کی بڑی ذمہ داری اللہ کے قانون کا مخلوق پر نفاذ ہے۔ تفسیر کبیر میں یہ بھی درج ہے کہ ہمیشہ حکومت اللہ تعالیٰ کی رہے گی دوسری حکومتیں لازماً ختم ہو کر رہیں گی۔ گویا ذمہ داران حکومت کو درس قرآن ہے کہ وہ اپنی عارضی عزت کو بچاتے ہوئے بدعات کا ہرگز ساتھ نہ دیں کیونکہ یہ ان کی ان ذمہ داریوں کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد ہیں۔ علماء اہل سنت نے یہ بھی لکھا ہے کہ حکمرانان وقت بدعات پر قدغن لگائے رکھیں۔ مشہور محقق عالم علامہ ماوردی" فرماتے ہیں کہ اگر سلف صالحین کے عمل کے خلاف کچھ لوگ دین میں اضافہ وایجاد

کرلیں جو لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہوں اور گمراہ کرتے ہوں تو بادشاہ وقت پر فرض ہے کہ وہ طاقت کے زور سے اس بدعت کو ختم کردے اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں ان کے نظریات کے فساد کو رعایا پر واضح کردے۔علامہ ماوردی ؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بدعات کرنے والوں کے بھی حامی پیدا ہوسکتے ہیں۔جیسا کہ ہرگمراہ کے ساتھ دینے والے ہوتے ہیں 'علامہ ماوردی ؒ کی عربی عبارت ملاحظہ ہو۔

"لزم السلطان ان یحسم بزو اجر السلطنة ظهور بدعة ویوضح بدلائل الشرع فساد مقالة فان لکل بدعة مستمعاً ولکل مستغوٍ متبعاً ." (الاحکام السلطانیہ ص ۱۸۹)

علامہ ماوردی ؒ نے حکمرانان وقت کی اس ذمہ داری کو اس اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اگر کچھ لوگ ایسے ہوں جو کہلاتے تو علماء ہیں مگر ان کا نظریہ اور عمل اجماع سلف اور قرآن وسنت کے خلاف بدعت کا ہو اور علماء حق نے ان کی باتوں کو مسترد کیا ہو اور وہ نہ ملتے ہوں تو بادشاہ ان کو منوائے اگر وہ باز آجائیں اور توبہ کریں تو انہیں معاف کردے ورنہ بادشاہ وقت پر دین کا یہ حق ہے کہ وہ انہیں اخلاق دین سکھائے اور انہیں بدعات سے باز رکھے۔علامہ ماوردی ؒ کی عربی عبادت ملاحظہ ہو۔

وهکذا لو ابتدع بعض المنتسبین الی العلم قولا خرق به الاجماع وخالف فیه النص ورد قوله علماء عصره انکره علیه وزجره عنه فان أتلع وتاب والا فالسطان بتهذیب الدین أحق. (الاحکام السلطانیہ ص ۲۳۹)

علامہ ماوردی ؒ کی ان تحقیقات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوئی کہ حکومت اسلامیہ کا عظیم فریضہ ہے کہ وہ بدعات پر پابندیاں لگائے بلکہ علامہ ماوردی ؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر قرآن کے ترجمہ وتفسیر کے اندر کسی نے خیانت یا بدعت وتحریف کا ارتکاب کیا ہو تو حکومت وقت اس کے خلاف بھی سختی سے نوٹس لے معلوم ہوا کہ اذان سے قبل یا اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ وسلام جو کہ فریق مخالف کے ہاں بھی مسلمہ بدعت ہے' پر پابندیاں لگانا رابطہ عالم اسلامی سے بڑھ کر حکومت پاکستان کی ذمہ داری تھی۔اور

اس سلسلے میں جس فرقہ نے بدعات کے لئے ماحول بنانے کے لئے قرآن کریم جیسی عظیم امانت خداوندی میں ترجمہ وتفسیر کے بہانے سے خیانت وبدعت کا جوارتکاب کیا ہے جس کا واضح ثبوت حرمین شریفین کے علماء حق کا "جو مرکز اسلام کی حیثیت رکھتے ہیں" اس ترجمہ وتفسیر پر پابندی لگانے کا اقدام ہے بالکل یہی ذمہ داری سب سے زیادہ حکومت پاکستان پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے دین پر غیرت کرتے ہوئے قرآن عظیم کو تحریف سے بچاتے ہوئے برادر اسلامی ملکوں کے ساتھ اتحاد کا ثبوت دیتے ہوئے اس ترجمہ وتفسیر پر پابندی لگائے اور اپنے فرائض منصبی جو اسلام کی طرف سے ان پر عائد ہیں ان سے سبکدوش ہوجائے کیونکہ علماء اہل سنت نے ترقی ونجات کا راستہ یہی بتایا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں فالسعید من تمسک بما کان علیه السلف و اجتنب عن ما احدث الخ

یعنی سعادت مندی اور ترقی اس پر موقوف ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ کو اپنایا جائے اور بعد میں آنے والوں نے جو بدعات نکالی ہیں ان سے بچ کر رہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری ج-۳ ص ۲۱۳)

مفسر اہل سنت علامہ آلوسی ؒ بغدادی فرماتے ہیں ان القول بخلاف ما استقر علیه رای اهل سنة ابتداع . (روح المعانی پارہ نمبر۱۵ ص ۱۲۰)

بیشک سلف صالحین کے خلاف نظریہ اور عمل اختیار کرنا بدعت ہی ہے۔

ہم نے علماء اہل سنت کے یہ فیصلے اس لئے مدلل ذکر کردیئے تاکہ حکمرانان وقت یہ سوچیں کہ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے بدعات کے خلاف سفارش ایک دینی پیغام تھا جس کو خوشدلی کے ساتھ قبول کرنا جہاں مسلمانوں کا فرض تھا وہاں حکومت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابند تھی کہ وہ اس کو قانونی شکل میں نافذ کرتی کیونکہ اللہ کے دین کے مقابلے میں کسی کا لحاظ کرنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے جس کے بعد تمام نقشے بہت جلد کالعدم ہوجاتے ہیں۔

اگر ذمہ داران حکومت اس سلسلے میں مخلص اور سنجیدہ ہیں تو وہ اس پر دونوں فریق کے سربرآوردہ علماء کو اپنے سامنے مباحثے کی دعوت دیں ہمیں اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس پر اعتماد ہے کہ سات سو سال بعد کے ایجاد کردہ عمل کو دین کا حصہ کوئی بھی نہیں بنا سکتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ الیوم اکملت لکم دینکم اٹل ہے اور اگر فریق مخالف

یہ مان گیا کہ یہ دین کا حصہ نہیں ہے تو حکومت کا فرض ہو گا کہ وہ بغیر تاخیر کے قانونی حیثیت سے اس کو بند کر دے۔ ہمارا یہ بھی مخلصانہ مشورہ ہے کہ حرمین شریفین کے آئمہ جو درحقیقت کل کائنات کے مسلمانوں کے آئمہ ہیں' انہیں فیصلہ کرنے کا منصب سپرد کر دیا جائے۔ ولیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المشرکون (الآیۃ)

اور اگر اس عظیم فرائض منصبی سے غفلت برتی گئی اور وقتی اغراض کے لئے بات گول مول کرلی گئی تو پھر یہ شکلیں بھی عنقریب گول مول نظر آئیں گی کیونکہ خالق کو مخلوق کے لئے یا اغراض نفسانیہ کے لئے ناراض کرنے والے کبھی بھی گرفت خداوندی سے بچ نہیں سکتے۔

ولو اتبع الحق أهوائهم لفسدت السموٰت والأرض ومن فيهن بل اتينهم بذكرهم وهم عن ذكرهم معرضون. (الآية)

حکومت سے گذارش سے پیوستہ!

قرآن وسنت کے مسلمات کی روشنی میں یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں علماء اسلام کا فرض ہے کہ وہ حقانیت اسلام کو بغیر روک ٹوک کے بیان کریں' وہاں ارباب حکومت پر بھی یہ فرض ہے کہ اسلام کو منوائیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر پارہ ۲۵ ص ۱۲۵ سورۂ سجدہ)

گویا فرائض منصبی تقسیم کئے گئے ہیں کہ علماء کرام کے ذمہ بیان ہو اور ارباب حکومت کے ذمہ نفاذ ہو۔ اب اگر یہ لوگ اپنے اپنے فرائض بجالائیں تو انبیاء کے جانشین اور اللہ جل جلالہ کا سایہ رحمت ہو۔ مگر اپنے مقررہ امور کو نظر انداز کرنے کے بعد ان کا جو حال ہوتا ہے وہ شافع محشر ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں سن لیجئے۔

"اذا اظهر الفتن او البدع وسبت اصحابي فليظهر العالم علمه ومن لم يفعله فعليه لعنة الله والملٰئكة والناس اجمعين لا يقبل الله له صرفًا ولا عدلا اي فرضًا ونفلاً"

بحوالہ (لسان المیزان ص ۹۱۱۔ج ۵) (میزان الاعتدال حدیث نمبر ۷۸۸۷)

"جب فتنے اور بدعات ظاہر ہونے لگیں اور صحابہ کرام کو برا بھلا کہا جانے لگے تو علماء کو چاہئے کہ وہ اپنے علم کے ذریعے مقابلہ کریں اور اگر نہیں کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی' فرشتوں کی اور تمام مخلوقات کی لعنت ہو۔ اللہ نہ ان کا فرض قبول کرے گا اور نہ نفل"۔

معلوم ہوا کہ ساری عزت دین کے لئے تھی اور جب دین کا بیان یا نفاذ نہ کیا تو اب اس قدر سخت غضب و پھٹکار برس رہی ہے۔